امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 63/73

مورخہ ۲۱ ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ مطابق ۶ نومبر ۲۰۲۳ء روز سوموار

شمارہ نمبر: 42

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم..
■ خاندانی جھگڑوں کو کیسے حل کریں
■ فلسطین اور شہر قدس مختلف ادوار میں
■ آپ ہی اپنی اداؤں پے غور کریں
■ ملک میں مسلمانوں کی ذمہ داری
■ اظہار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

بین السطور

جھوٹی خبریں - مفاسد ونقصانات

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاشرہ اور سماج کو جن چیزوں سے بڑا نقصان پہونچتا رہا ہے ان میں ایک جھوٹی خبریں بنانا، اس کی تشہیر کرنا اور اس طرح پھیلانا کہ وہ افواہ کا رخ اختیار کرلے، بھی ہے، اس سے سماج کو سخت نقصان پہونچتا ہے، اسی لیے شریعت نے اس پر زور دیا ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی شریر آدمی ایسی خبر لائے (جس میں کسی کی شکایت ہو) تو (بدون تحقیق کے اس پر عمل نہ کیا کرو، بلکہ اگر عمل کرنا مقصود ہو تو) خوب تحقیق کرلیا کرو، کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہونچادو، پھر اپنے کیے پر پچھتانا پڑے۔ (سورۃ الحجرات: ۶، ترجمہ حضرت تھانوی)

اس آیت پر گفتگو کرتے ہوئے امام ابوبکر جصاصؒ نے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ کسی فاسق کی خبر کو قبول کرنا اور اس پر عمل درآمد اس وقت تک جائز نہیں ہے، جب تک کہ دوسرے ذرائع سے اس خبر کے صحیح اور سچی ہونے کی تصدیق نہ ہوجائے، اسی سلسلے میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث ہے کہ کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے دوسرے سے بیان کردے۔ (رواہ المسلم فی المقدمہ) اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت قرآن کریم میں مذکور ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ (متفق علیہ) یہ معاملہ اس قدر جھوٹ بولنا، جھوٹی گواہی دینا سب اس میں شامل ہے۔

غیر تو غیر مسلمان بھی ان احکام وہدایات پر آج عمل پیرا نہیں ہے، اسے جھوٹی خبریں پھیلانے میں مزہ آتا ہے، اس کی وجہ سے وہ خود تو لعنت میں مبتلا ہوتا ہی ہے، سماج اور معاشرے پر بھی اس کے انتہائی مضر اثرات پڑتے ہیں اور بسا اوقات یہ جھوٹی خبریں اور افواہ بڑے فتنہ، فساد، قتل اور غارت گری کا ذریعہ بن جاتا ہے، سوشل میڈیا کے اس دور میں جھوٹی خبریں آگ کی طرح پھیلتی ہیں اور بہت کچھ خاکستر کردیتی ہیں، اسی لیے اب جہاں کہیں فتنہ وفساد ہوتا ہے پہلے مرحلہ میں حکومت نیٹ بند کرتی ہے، تاکہ غلط خبریں اور افواہ آگ پر گھی ڈالنے کا کام نہ کرے، حالاں کہ اس کا نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ صحیح خبریں لوگوں تک نہیں پہونچ پاتی ہیں، یہ عمل اس قدر مضر اور نقصان دہ ہے کہ اللہ رب العزت نے سورۃ الاحزاب آیت 60-61 میں فرمایا کہ ''اگر منافقین اور جن کے دلوں میں خرابی ہے اور وہ جو مدینہ میں ہیجان انگیز افواہیں پھیلانے والے ہیں اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم ان کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے تمہیں اٹھ کھڑا کریں گے، پھر وہ اس شہر میں مشکل ہی سے ٹک پائیں گے ان پر ہر طرف سے لعنت کی بوچھار ہوگی۔'' جہاں کہیں ہوں گے پکڑے جائیں اور قتل کیے جائیں گے۔

مشہور یہ ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے، وہ زیادہ دیر اور دور تک چل نہیں سکتا، لیکن ایک تازہ تحقیق کے نتیجے میں جو امریکہ کی مشہور یونیورسیٹی ایم آئی ٹی نے تیار کی ہے بتایا گیا ہے، جھوٹی خبریں اور اطلاعات سچ کے مقابل چھ گنا زیادہ رفتار سے پھیلتی ہیں۔ میساچوسٹس انسٹی چیوٹ آف ٹکنالوجی (MIT) کی لیبارٹی برائے سوشل میڈیا کے سربراہ ڈیپ رائے جو اس تحقیق میں شامل تھے کا کہنا ہے کہ جھوٹ سچ کی بہ نسبت زیادہ تیزی سے پھیلتا ہے، سوا لاکھ سے زائد ایسے مضامین جو جھوٹ پر مشتمل تھے 2006 سے 2016 تک ٹوئٹ کیا گیا، صارفین نے اسے دوبارہ لاکھوں مرتبہ ٹوئٹ کردیا، جب کہ سچائی اور حقیقت پر مبنی مضامین ومقالات کو پندرہ سو صارفین تک پہونچانے میں ساٹھ گھنٹے لگے، جب کہ جھوٹی خبریں صرف دس گھنٹوں میں پندرہ سو صارفین تک پہونچ گئیں۔

یہاں پر یہ سوال بہت اہم ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ جھوٹی خبروں کے پھیلنے کی رفتار تیز ہوجاتی ہے، اس کی وجہ جھوٹی خبروں کے اندر پائی جانے والی سنسنی خیزی ہے، خلاف توقع واقعات کا مذکور ہونا ہے، تجسس، سسپنس کی طرف انسانی فطرت جلد راغب ہوتی ہے اور وہ بلا سوچے سمجھے آج کے دور میں فارورڈ کی جاتی ہیں، جس کی وجہ سے جھوٹی خبریں تیز رفتار بن جاتی ہیں۔

فرضی خبر کو من گڑھت، بناوٹی اور جھوٹی خبر بھی کہتے ہیں، اس کے لیے انگریزی میں Fake News کی اصطلاح مستعمل ہے، یہ پروپیگنڈہ اور زرد صحافت کے قبیل کی چیز ہے، جسے دانستہ غلط بیانی، مبالغہ آمیزی اور دروغ گوئی کے سہارے تیار کیا جاتا ہے۔ ان خبروں پر پابندی لگانے کی غرض سے مختلف ممالک میں قوانین موجود ہیں 2019 میں سنگا پور میں جھوٹی خبریں پھیلانے والے کو دس سال کی سزا اور 738500 ڈالر کا جرمانہ لگانے کا قانون بنا ہے، روس میں خصوصی طور سے یوکرین جنگ کے سلسلے میں جھوٹی خبریں پھیلانے والے کو دس سال کی سزا مقرر ہے اور اگر اس نے دانستہ ایسا کیا ہے تو سزا پندرہ سال تک کی ہوسکتی ہے، پاکستان میں جھوٹی خبریں پھیلانے پر پانچ سال کی سزا دی جاتی ہے اور گرفتاری غیر ضمانتی ہوا کرتی ہے۔ ہندوستان میں مختلف دفعات کے تحت نقصانات کی بنیاد پر مقرر ہیں۔

ایک اندازے کے مطابق دنیا میں جتنی من گھڑت خبریں شائع ہوتی ہیں، ان میں اٹھارہ فی صد حصہ داری ہندوستان کی ہے، بھاجپا کے دور حکومت میں اس میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، یہاں حقیقت سے دور جملے پھینکے جاتے ہیں، وعدہ کیا جاتا ہے اور سیاسی پارٹیاں رائے دہندگان کو مخالف پارٹی سے دور اور اپنوں سے قریب کرنے کے لیے بھی اپنے آئی ٹی سیل سے جعلی خبروں کی ترسیل کرتی ہیں اور لوگوں میں بھرم پیدا کرنے کا کام کرتی ہیں، ہندوستان میں یہ عمل انتخاب کے موقع سے اور زیادہ ہوجاتا ہے ان دنوں کئی ریاستوں میں انتخابات ہیں، 2024 میں عام انتخابات ہیں اس لیے جھوٹی خبریں بنانے والی کمپنیاں میدان میں آگئی ہیں، اور دھیرے دھیرے رفتار پکڑ رہی ہیں۔

اب ایسا بھی نہیں کہ سیاسی پارٹیوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کی حصہ داری جھوٹی خبریں پھیلانے میں بالکل نہیں ہوتی، خوب ہوتی ہے، خاندان، ادارے، تنظیموں میں بھی اس کی خوب خوب کثرت ہوتی ہے، ایسا خاندان کو توڑنے، ادارے وتنظیموں کو کمزور کرنے کے لیے داخلی اور خارجی افراد کثرت سے کیا کرتے ہیں، تاکہ وہ ایک دوسرے کو نیچا دکھا سکیں اور اپنے لیے ترقی کے دروازے کھول سکیں، ابتدا میں لوگ اس بات پر زیادہ توجہ نہیں دیتے، لیکن اگر کسی خبر کو اس طرح پھیلا یا جائے کہ جھوٹی ہونے کے باوجود وہ تواتر تک پہونچ جائے تو کون اس پر اعتماد نہیں کرے گا، انگریزوں کا مشہور مقولہ ہے کہ جھوٹ کو اتنا پھیلاؤ اور اس قدر بولو کہ وہ سچ ثابت ہوجائے۔

ہم لوگوں کے بچپن میں عورت کی ایک قسم ہوا کرتی تھی، جس کا کام ہی خاندان کو توڑنا، پڑوسی، پڑوسی میں دشمنی پیدا کرنا ہوتا تھا اسے ہم لوگ ''کٹنی بڑھیا'' کہا کرتے تھے، دو چار بار جب بڑھیا اس کام میں کامیاب ہوجاتی تو اس کا چرچا ہوتا تھا اور دھیرے دھیرے لوگ یہ جان لیتے تھے کہ یہ سارا کیا دھرا اسی بڑھیا کا ہے، پھر جو ذلت ہوتی تھی، اس کا ذکر کرنا بے سود معلوم ہوتا ہے۔

سوشل میڈیا اور نیٹ کے اس دور میں ''کٹنی بڑھیا'' کا وجود تو اب قصۂ پارینہ ہے، لیکن اس کی جگہ ''وھٹسپ اور سوشل یونیورسٹی'' سے منسلک افراد نے لے لی ہے، وہ جھوٹی خبریں گڑھتے ہیں اور پورے اعتماد کے ساتھ سوشل میڈیا پر ڈال دیتے ہیں اور احباب بغیر سوچے سمجھے اور بغیر تحقیق کے اسے آگے بڑھاتے رہتے ہیں، اور صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ کان اپنی جگہ سلامت ہے اسے کوئی دیکھنے کی زحمت نہیں کرتا، البتہ ''کوا کان لے گیا'' کا پرچار ہوتا رہتا ہے اور بات کہاں سے کہاں پہونچ جاتی ہے۔ ان جھوٹی خبریں پھیلانے والوں کا مبلغ علم بھی زیادہ تر موبائل سے کچھ لکھنے تک محدود ہوتا ہے، ان کے املے، جملے اسلوب، طرز تخاطب دیکھ کر سر پیٹ لینے کو جی چاہتا ہے، یہ جھوٹی خبریں بغیر تحقیق اور بلا سوچے سمجھے فارورڈ کی جاتی ہیں، اتنے ہی پر بس نہیں ہوتا بلکہ بہت سارے لوگ ان خبروں کو بعینہ نقل کرنے کے بجائے اس میں کچھ نمک مرچ کا اضافہ اپنی طرف سے کرکے مزید سنسنی خیز بناتا چلا جاتا ہے، ایسے میں جب خبر آخری شخص تک پہونچتی ہے تو اس میں جھوٹ کا کئی گنا اضافہ ہوچکا ہوتا ہے، اب معاملہ جھوٹ میں مبالغہ کا ہوجاتا ہے اور مبالغہ بھی ایسا کہ الامان والحفیظ۔ اس لیے ہمیں جھوٹی خبروں پر تحقیق کی ذمہ داری ادا کرنی چاہیے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کوئی اقدام کر بیٹھیں اور بعد میں ہمیں شرمندگی کا منہ دیکھنا پڑے، اللہ ہم سب کو محفوظ رکھے۔

اچھی باتیں

''دل کے دروازے کبھی کسی پر مکمل بند نہیں کرنے چاہیے، غلطیاں انسانوں سے ہی ہوتی ہیں، بعض لوگ واپس لوٹنا بھی چاہتے ہیں، لیکن انہیں دروازے ہی بند ملتے ہیں ☆ اعلیٰ تعلیم اور ڈگریاں لینے کے بعد بھی اگر آپ انسانیت کی قدر نہ کرسکیں تو پھر حوصلے کے ساتھ سنیں کہ ''آپ جاہل ہیں'' ☆ غصے میں بات کرنے سے گریز کریں، آپ کی باتیں درست ہوسکتی ہیں، لیکن آپ کا انداز غلط ہوجاتا ہے تو آپ بہت کچھ کھو سکتے ہیں ☆ اپنوں کو ہمیشہ اپنے ہونے کا احساس دلائیے، ورنہ وقت آپ کے اپنوں کو آپ کے بغیر جینا سکھادے گا ☆ عقل مند انسان وہ ہے جو کام سے پہلے اس کے انجام کی فکر کرتا ہے۔'' (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

''ملک کی سالمیت اور اتحاد کے لیے ہمیں ذات سے اوپر اٹھ کر اپنے اپنے مذہب پر چلتے ہوئے ایک بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہم سبھی ہندوستانی ہیں، ملک کے برابر کے شہری ہیں، کسی آزاد ملک میں انسان، انسان کے مابین تفریق نہیں کی جاسکتی، تمام کو برابر کے مواقع، برابر کی عزت اور برابر کی ذمہ داریاں ملنی چاہیے، عملی طور سے ایسا ہو پانا ذرا مشکل ہوتا ہے، لیکن یہ ناممکن نہیں ہے، ہمیں اس مقصد کے حصول کے لیے مسلسل اور متواتر اپنی کوششیں جاری رکھنی چاہیے، ملک کو غیر مستحکم اور ایک خاص طبقہ کے خلاف نفرت پھیلانے کی مہم نے ہندوستانیوں کو ایک نئے کرب میں مبتلا کردیا ہے، ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس ملک کے شہریوں کو اس کرب سے نجات دلانے کے لیے جدوجہد کریں (واحد متکلم)

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

فساد باطنی، فساد ظاہری کا سبب بنتا ہے

’’جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے کی اور کھیتی اور نسل کی بربادی کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فساد کو ناپسند کرتا ہے‘‘ (البقرہ:٢٠٥)

وضاحت: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین وکائنات کی ہر چیز کو فطرۃً حسین اور خوشنما بنایا ہے، زمین پر لہلہاتے سرسبز و شاداب درخت اور پھول اگائے، بادلوں کے ذریعہ اس پر مینہ برسایا، پھلوں میں رنگ و رس بھر دیئے، پہاڑوں اور آبشاروں سے اس کی زینت کو بڑھایا، مکانات کی بنیادیں مستحکم کیں تاکہ انسان سکون وراحت کی زندگی گذار سکے، اللہ نے انسان کی صحت وسلامتی کے لئے صاف وستھرے ہواؤں اور دریاؤں کو بہایا، لیکن افسوس ہے کہ انسان اس میں گندگی اور تباہی پھیلاتا ہے، جب دھواں اور دھوئیں سے بننے والے کالے سغوف اور مختلف گیس ہوا میں تحلیل ہوتی ہیں تو ایک دخانی کہر بن کر بیماریوں کو جنم دیتے ہیں، سڑکوں اور نالوں میں فضلات کے سڑنے اور گلنے کی وجہ سے ماحولیاتی آلودگی پیدا ہو جاتی ہیں، کسی بھی انسان کے لئے یہ جائز نہیں کہ قدرت کے اس حسین آبادی کو زہریلے عناصر کے ذریعہ بدبودار بنائے، اس لئے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ اس کی ذات سے کسی طرح کا غلط چیزوں کا استعمال نہ ہو، بلکہ کائنات میں پھیلی نعمتوں کا صحیح استعمال ہو، لالچ اور حرص اتنا نہ بڑھے کہ خلق خدا تباہ ہو جائے، جب اللہ نے زمین کو ظاہری اور باطنی طور پر خوشنما بنایا ہے تو اب کسی انسان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کے ذریعہ اس میں خرابی پیدا کرے، شریعت نے ظاہری اور باطنی دونوں طرح فساد کے دروازے بند کئے ہیں، چوری، ڈاکہ زنی، قتل اور بے حیائی کے تمام طریقے دنیا میں ظاہری اور باطنی ہر طرح کا فساد پیدا کرتے ہیں، اس لئے ان چیزوں پر خصوصیت سے پابندیاں اور سخت سزائیں مقرر فرمائی ہیں اور عام گناہوں اور جرائم کو بھی ممنوع قرار دیا ہے، کیونکہ ہر جرم وگناہ کہیں ظاہری فساد کا موجب ہوتا ہے اور کہیں باطنی فساد کا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے لکھا ہے کہ ظاہری فساد کا باطنی فساد کے لئے مستلزم ہونا اس لئے ظاہر ہے کہ وہ اطاعت احکام الٰہیہ کی خلاف ورزی ہے اور خدا کی نافرمانی ہی کا دوسرا نام فساد باطنی ہے، البتہ فساد باطنی کس طرح فساد ظاہری کا سبب بنتا ہے اس کا پہچاننا کسی قدر غور وفکر کا محتاج ہے، وجہ یہ ہے کہ یہ سارا جہاں اور اس کی ہر چھوٹی بڑی چیز سب مالک الملک والملکوت کی بنائی ہوئی ہے اور اس کے تابع فرمائی ہے، جب تک انسان اللہ کا تابع فرمان رہتا ہے، تو یہ سب چیزیں انسان کی صحیح صحیح خدمت گار رہتی ہیں اور جب انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے لگے تو دنیا کی ساری چیزیں در پردہ انسان کی نافرماں ہو جاتی ہیں، جن کو بظاہر انسان اپنی آنکھ سے نہیں دیکھتا، لیکن ان چیزوں کے آثار وخواص اور نتائج وفوائد میں غور کرنے سے بدیہی طور پر اس کا ثبوت مل جاتا ہے (معارف القرآن:٥٨٢/٣)

بے جا تعریف کرنا، لفظی رشوت ہے

’’حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دوسرے صاحب کی تعریف کی اور اس تعریف میں بے احتیاطی کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے اس بھائی کی اس طرح تعریف کر کے گردن کاٹ دی (یعنی ایسا کام کیا جس سے وہ ہلاک ہو جائے، یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمائی) اس کے بعد فرمایا جو کوئی تم میں سے کسی بھائی کی تعریف کرنا ضروری سمجھے اور اس کو تعریف ومدح کا مستحق سمجھے تو یوں کہے کہ میں فلاں بھائی کے بارے میں ایسا گمان رکھتا ہوں اور اس کا حساب کرنے والا اللہ پاک ہے اور ایسا نہ کرے کہ خدا کی پاکیزگی کا حکم لگائے یعنی کسی کے حق میں ایسی بات نہ کہے اور کسی بندہ کو اس کا حق نہیں ہے‘‘ (مسلم شریف)

مطلب: کسی صاحب فضل وکمال کی تعریف کرنا، گویا حقیقت حال کا اعتراف کرنا ہے کہ یہ شخص خوبیوں والا ہے، اس سے ان کے اندر کے عزم وحوصلہ کی نشو ونما ہوتی ہے اور مزید کر گذرنے کا جذبہ ابھرتا ہے، جس طرح کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ کی تعریف ان کی موجودگی میں فرمائی، لیکن بے فیض لوگوں کی بے جا تعریف کرنا، یا اپنی مطلب براری کے لئے صاحب اقتدار ومنصب کی ستائش کرنا یا انہیں خواہ مخواہ داد تحسین دیتے رہنا یہ لفظی رشوت ہے اور یہ انسانی وقار وشرافت کے قطعی منافی ہے، اس سے نااہل حکام خود پسندی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور عین ممکن ہے کہ اس تعریف وشہرت کی وجہ سے وہ عمل میں سستی کا شکار ہو جائے یا تعریف کی لذت محسوس کر کے ریاکاری میں مبتلا ہو جائے پھر وہ دوسروں کو ترچھی نظروں سے دیکھنے لگے، کیونکہ خوبیوں والے کو اپنے اوپر اعتبار واعتماد ہوتا ہے اور جو کسی خوبی سے محروم ہوتے ہیں، وہ اپنے احساس کمتری کو چھپانے کے لئے دوسروں کے اندر عیوب تلاش کرتے ہیں، جس کے نتیجہ میں بغض وحسد اور کینہ کی آلائشیں پروان چڑھنے لگتی ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ کسی کی تعریف وتحسین میں ایک حد فاصل ہونی چاہئے، بسا اوقات اس طرح تعریف کرنا جس سے آدمی عقل سے ہاتھ دھو بیٹھے ہلاکت کا سبب بنتی ہے، اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی رسول کو نصیحت کی کہ اگر تم کسی بھائی کی تعریف کرنا ضروری سمجھو تو یوں کہو کہ میں فلاں بھائی کے بارے میں ایسا گمان رکھتا ہوں کیونکہ اس بھائی سے انہوں نے اپنے معاملات صاف ستھرے رکھے، اس لئے ان کی نظر میں وہ صاف وستھرے کردار کا آدمی ہے، مگر دل کا حال تو اللہ جانتا ہے کہ اس کا ظاہر وباطن برابر ہے، یا اس میں کوئی کھوٹ ہے، یا یہ کہ دوسروں کے ساتھ بھی خیر خواہی برتتا ہے یا بدخواہی، یہ سب اللہ جانتا ہے، ان کے ساتھ حسن ظن رہے اور باقی معاملہ اللہ کے حوالہ کرے، ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے منہ پر ان کی تعریف کرنے لگا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تعریف کرنے والے کے منہ کی طرف کنکری ڈالنے لگے اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم کسی کو منہ پر تعریف کرنے والا دیکھو تو اس کے چہرے پر مٹی ڈال دو، اس سے معلوم ہوا کہ بے جا مدح سرائی کرنا اخلاقی طور پر نامناسب ہے، اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

غیر مسلموں کے تہواروں میں شرکت اور اس کی مبارک بادی

س: آج کل کچھ مسلمان غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات کی بنیاد پر نہ صرف ان کے مذہبی تہواروں میں شریک ہوتے ہیں، بلکہ جشن مناتے ہیں، ہولیاں کھیلتے ہیں، تحفہ تحائف دیتے ہیں، ان کی پوجا پاٹ میں چندہ دیتے ہیں، جب ان سے کہا جاتا ہے، ایسا کیوں کرتے ہو تو جواب ہوتا ہے مذہبی رواداری ہے جس کی اجازت ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ بہ حیثیت انسان دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آیا جائے، ان کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کی جائے، ان کے دکھ درد اور رنج وغم میں دادرسی کی جائے اور ظلم وزیادتی سے پرہیز کیا جائے: ”لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ“ (سورة الممتحنة:٨)

لیکن وہ اس بات کو بالکل پسند نہیں کرتا کہ کسی غیر مسلم کے ساتھ ایسا دوستانہ تعلق قائم کیا جائے کہ ایک مسلمان اس کے مذہبی رنگ میں رنگ جائے، ان کے تہواروں میں شریک ہو کر ان کے کفر پر مبنی اعمال کی تائید کرے، اس پر اپنی خوشی اور نیک خواہشات کا اظہار کرے، اس موقع پر انہیں تحفہ وتحائف سے نوازے اور ان کی پوجا پاٹ میں تعاون کرے، کیونکہ کفر اللہ رب العزت کو گوارا نہیں اور شرک کی آمیزش بالکل قبول نہیں: ”اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَ لَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ“ (الزمر:٧) اگر تم کفر کرو گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر پسند نہیں کرتا: ”اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى اِثْمًا عَظِيْمًا“ (النساء:٤٨) بے شک اللہ اس کو نہیں بخشتا جو اس کا شریک ٹھہرائے اور شرک کے علاوہ دوسرے گناہ جسے چاہے بخشتا ہے اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑا ہی گناہ کیا۔

وہ ایسے لوگوں کے ساتھ میلان اور ان کے شرکیہ وظالمانہ اعمال میں شمولیت ومعاونت پر اپنے غصہ اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ“ (ھود:١١٣) اور ظالموں کی طرف نہ جھک جاؤ ورنہ ایسا نہ ہو کہ تم کو بھی دوزخ کی آگ پکڑ لے اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ ہو پھر تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے۔

سورہ آل عمران میں فرمایا: ”لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ“ (آل عمران:٢٨) ایمان والوں کو چاہئے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے اللہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں، مگر سوائے ایسی صورت کے کہ ان کے شر سے بچاؤ مقصود ہو۔

اسلامی تاریخ میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب لوگوں نے مذہبی تہواروں میں شرکت کیلئے کہا تو انہوں نے یہ کہہ کر جانے سے اعراض کیا کہ میں بیمار ہوں (اس لئے نہیں جا سکتا) ”اِنِّيْ سَقِيْمٌ“ (الصٰفٰت:٨٩)

مکہ والے جب حضرات صحابہ کرام کے ساتھ ظلم وستم کے سارے ہتھکنڈے استعمال کر کے ان کے ایمانی نشہ کو اتارنے میں ناکام ہوئے تو آخر میں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مصالحت کا یہ طریقہ پیش کیا کہ جس خدا کی آپ عبادت کرتے ہیں ہم بھی اس کی عبادت کیا کریں گے، اور جن معبودوں کی ہم پوجا کرتے ہیں آپ بھی ان کی عبادت کریں۔

ظاہر ہے یہ بات ناقابل قبول تھی جیسے ایک چیز بیک وقت سفید اور سیاہ نہیں ہو سکتی، جیسے روشنی اور تاریکی کا جمع ہونا ممکن نہیں، اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ ایک شخص بیک وقت توحید کا قائل بھی ہو اور شرک کا مرتکب بھی، اللہ تعالیٰ نے زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے دوٹوک الفاظ میں اعلان کروا دیا: ”قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ(١) لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ(٢) وَ لَا اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ“ (الکافرون:١-٣) اے کافرو! جس کی تم پوجا کرتے ہو میں اس کی عبادت نہیں کر سکتا اور جس کی میں عبادت کرتا ہوں کفر وشرک پر رہتے ہوئے تم اس کی عبادت نہیں کر سکتے، البتہ مصالحت کا بہترین فارمولہ یہ ہے کہ ”لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ“ تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین، نہ تو ہم تمہارے طور وطریق میں چھیڑ چھاڑ کریں گے اور نہ تم ہمارے طور وطریق میں چھیڑ خانی کرو، یہی ہے رواداری کہ اپنے دین اور اپنی دینی شناخت پر قائم رہتے ہوئے دوسرے اہل مذاہب کے معاملہ میں چھیڑ خانی سے گریز کیا جائے، نہ یہ کہ اپنی شناخت اور پہچان کھو دیں اور دوسروں کے رنگ میں رنگ جائیں، رواداری کے نام پر غیر اسلامی شعائر کو اختیار کرنا خطرناک عمل ہے اور راہ راست سے بھٹک جانے اور دولت ایمان سے محروم ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لیتے وقت اس بات پر بھی بیعت لیتے کہ کفار ومشرکین کے مذہبی تہواروں اور ان کے رسم ورواج سے الگ تھلگ رہنا، چنانچہ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تو انہوں نے فرمایا کہ ان باتوں پر تمہاری بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے، نماز ادا کرو گے، زکوۃ دو گے، مسلمانوں کو نصیحت کرو گے اور مشرکوں سے انکے مذہبی معاملات اور رسم ورواج میں الگ رہو گے۔

’’ابايع علىٰ ان تعبد الله وتقيم الصلوٰة وتؤتي الزكوة وتناصح المسلمين وتفارق المشركين‘‘ (سنن نسائی:٤١٩٤، كتاب البيعة) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’من تشبه بقوم فهو منهم‘‘ (سنن ابی داؤد، کتاب اللباس:٤٠٣٣)

جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی اس کا شمار اسی قوم میں ہوگا، لہذا ایک مسلمان پر غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں میں شرکت اور تہواروں پر مبارکباد دینے سے احتراز لازم وضروری ہے: ’’من كثر سواد قوم فهو منهم‘‘ (کشف الخفا:٢/٢٤٤)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف

جلد نمبر 63/73 شمارہ نمبر 42 مورخہ ۲۱؍ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ مطابق ۶؍نومبر ۲۰۲۳ء روز سوموار

بی پی اس سی امتحان کے نتائج

گذشتہ مہینہ میں بہار پبلک سروس کمیشن نے اساتذہ اسکول کے ساتھ سرسٹھویں (67) مشترکہ مقابلہ جاتی امتحان کے فائنل نتائج کا اعلان بھی کردیا، جس میں سات سونانوے (799) امیدوار کامیاب قرار پائے، اس بار مسلم کامیاب امیدواروں کی تعداد اکاون (51) ہے، جس میں تینتالیس (43) وہ طلبہ ہیں جنہوں نے حج بھون میں تربیت حاصل کی تھی، جملہ کامیاب امیدواروں کے مقابل مسلم امیدوار کی تعداد صرف ساڑھے چھ فی صد ہے، ایک امیدوار نے سرفہرست دس میں اپنی جگہ بنانے میں کامیابی حاصل کی ہے، کامیاب امیدوار مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنی کامیابی سے مسلم سماج کا وقار بلند کیا، اس موقع سے مختلف کوچنگ مراکز خاص کر بہار حج کمیٹی اور حج بھون کے ذمہ داروں کو بھی مبارکباد دینا چاہوں گا اس لیے کہ کامیاب امیدواروں میں بڑی تعداد نے انہیں کے مرکز سے تربیت پائی ہے، حوصلہ افزائی اور مبارک، سلامت کے بعد ہمیں سمجھنا چاہیے کہ کامیابی کا یہ تناسب کافی نہیں ہے، کیوں کہ سترہ فی صد سے زیادہ مسلم آبادی میں ہماری کامیابی کا تناسب دس فی صد بھی نہیں ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ان اسباب وعوامل پر غور کیا جائے، جن کی وجہ سے کامیابی کا تناسب آگے نہیں بڑھ پا رہا ہے، مختلف تنظیموں اوراداروں کی طرف سے چلائے جانے والے کوچنگ کے اثرات بھی بڑے پیانے پر سامنے نہیں آپارہے، اب تو مدرسہ کے بچوں کو چٹائی سے اٹھا کر حفظ + کے نام سے کوچنگ کرایا جارہا ہے۔ لیکن اس کے بھی خاطر خواہ ثمرات سامنے نہیں آرہے ہیں، ہر ادارہ اپنی پیٹھ ٹھونکتا ہے، ہمارے یہاں کے اس قدر بچے کامیاب ہوئے، کوئی یہ بتانے کی زحمت نہیں کرتا کہ کتنے بچوں پر آپ نے محنت کی اور کس تناسب سے آپ کے بچے کامیاب ہوئے، یہ اعداد وشمار بھی ہمارے سامنے ہوتے تو ہم تجزیہ کر پاتے کہ تربیت دینے والے اداروں میں کہاں کمی ہے کہ نتائج خاطر خواہ برآمد نہیں ہو پا رہے ہیں، اپنی کمی کوتاہیوں کا ادراک کر کے اس کے ازالہ کی سبیل نہیں پیدا کی گئی تو ہماری کامیابی ایسی ہی مختصر رہے گی اور ہم دوسروں کو الزام دیتے رہیں گے کہ جانبداری کی وجہ سے ہم پچھڑ جاتے ہیں، اور لوگ مسلمانوں کو پیچھے دھکیلنا چاہتے ہیں، یقیناً ان کی منشا یا نیت یہ ہو سکتی ہے، لیکن ہماری اولو العزمی، غیر معمولی محنت اور حریف کے مقابل اپنی صلاحیت کی برتری اس منصوبے کو بڑی حد تک ناکام کر سکتی ہے، ماضی میں بھی ایسا ہوا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہو سکتا ہے، ضرورت صحیح تجزیے اور کمیوں کے دور کرنے کی ہے۔

بی پی اس سی نے اساتذہ بحالی کے لیے جو امتحانات لیے تھے، اس کے نتائج بھی سامنے آئے اور جب تک یہ اداریہ آپ تک پہونچے گا ان کی بحالی کی کاروائی مکمل ہو چکی ہوگی، نتیش کمار کے ہاتھوں تقرری کا پروانہ تقسیم ہو چکا ہوگا، اور لوگ شاید جوائن بھی کر چکے ہوں، اس نتیجے کے کئی قابل ذکر پہلو ہیں، سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ نتیش حکومت نے بہار اسکول سروس کے دروازے دوسری ریاستوں کے لیے کھول دیے اور بڑی تعداد میں دوسری ریاستوں کے امیدوار شریک امتحان ہوئے اور کامیاب ہوئے، باخبر ذرائع کے مطابق بیرون ریاست کے کامیاب امیدواروں کا تناسب ستر فی صد ہے، ان ستر فی صد بیرونی امیدواروں کو خوش آمدید، لیکن اگر یہ حسب سابق ہوتا تو بہار کی بے روزگاری کی شرح میں کمی ہوتی، اور عظیم اتحاد کے ووٹ بینک میں بھی اضافہ ہوتا، یہاں پر رک کر سوچنے کا ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ کیا ہمارے یہاں کے پڑھے ہوئے امیدواروں کی صلاحیت کمزور تھی کہ دوسری ریاست کے تعلیم یافتہ امیدواران پر غالب آگیے، ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ تعلیم کی گرم بازاری اور دوسری ریاستوں کے دروازے کھولنے کے باوجود بڑی تعداد میں سیٹیں اب بھی خالی رہ گئیں، بلکہ کہنا چاہیے کہ کسی بھی سبجیکٹ میں طلب کے اعتبار سے کامیاب رسد نہیں ہو سکی، اور سیٹیں خالی رہ گئیں، اس کے لیے بی پی اس سی کو پھر سے منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔

اعداد وشمار پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ بتیس ہزار نو سو سولہ (32916) اساتذہ کی خالی جگہوں کے لیے کل چھبیس ہزار نو سو اسی (26980) امیدوار ہی کامیاب قرار پائے، سب سے زیادہ امیدوار سوشل سائنس میں کامیاب ہوئے، اس سبجیکٹ میں 5425 اساتذہ کی ضرورت تھی، 5397 کامیاب قرار پائے، معاملہ قریب قریب کا رہا، لیکن دوسرے موضوعات میں سینکڑوں جگہیں خالی رہ گئیں، جاری اعداد وشمار کے مطابق ہندی کی 5486 میں 4242، انگریزی کے 5425 میں 4001، سائنس کے 5425 میں 4588، حساب کے 5425 میں 4480، سنسکرت کے 2839 میں 1750، اردو کے 2300 میں 1612، عربی کے 200 میں 04، فارسی کے 300 میں 12 اور بنگلہ کے 91 میں 03 امیدوار ہی اہل قرار پائے، آپ دیکھیں گے کہ سب سے بُری حالت بنگلہ کے بعد فارسی، عربی اور اردو کے امیدواروں کی رہی، جو ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ اردو کے لیے کام کرنے والی تنظیموں، اسکول ومدارس کے اساتذہ کو اس پر پوری مستعدی کے ساتھ غور کرنا چاہیے کہ ایسا کیوں ہوا؟ ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہم اردو کے فروغ کے لیے جاری رقم کو سمینار، سمپوزیم پر خرچ کر کے مطمئن ہو گیے اور زمینی سطح پر اردو کے کام میں ہماری دلچسپی باقی نہیں رہی، ہم بھاگ دوڑ اردو کے نام پر کرتے رہے، لیکن اسکول میں آنے والے طلبہ کو اردو کے لیے اس طرح تیار نہیں کر سکے کہ وہ امتحان میں کامیاب ہو پائے، سوچنے کا یہی محور مدارس کے لیے بھی ہے، عربی فارسی میں ہمارے طلبہ کیوں کامیاب نہیں ہو سکے۔

تمام کامیاب امیدواروں نے اگر ڈیوٹی جوائن کر لی تو بھی بڑی تعداد میں آسامیاں خالی رہ جائیں گی، اور ظاہر ہے سارے کامیاب امیدوار کا جوائن کرنا ناممکنات میں سے ہے، کیوں کہ کئی تو بی پی اس سی کے ذریعہ انتظامی سروس کے لیے منتخب ہو چکے ہیں، کئی اپنی پرانی جگہ کو چھوڑنا نہیں چاہیں گے، اس وجہ سے محکمۂ تعلیم کو بی پی اس سی کو خالی آسامیوں کی تفصیلات پھر سے دینی ہوں گی، تاکہ نئی بحالی کے لیے کارروائی شروع کی جا سکے، حالاں کہ یہ فی الفور ممکن نہیں، جب تک جوائننگ کے مراحل مکمل نہیں ہو جاتے خالی آسامیوں کی فہرست بنانی ممکن نہیں ہے، تاخیر ہونے پر عام انتخاب کے لیے ضابطہ اخلاق نافذ ہو جائے گا اور یہ معاملہ التوا میں چلا جائے گا۔

اس موقع سے ہمیں اساتذہ بحالی میں ان کامیاب امیدواروں کو جن کی صلاحیتیں آگے بڑھنے کی ہیں، یہ کہنا ہے کہ انہیں اپنی محنت جاری رکھنی چاہیے اور آئی ایس، آئی پی اس کے لیے امتحانات میں بیٹھنا چاہیے، اور آگے کی طرف دیکھنا چاہیے، ہمیں بڑی حیرت اس وقت ہوتی ہے جب اچھی صلاحیتوں کے منتخب امیدواروں کو اس طرح مبارکباد دی جاتی ہے جیسا انہوں نے بڑا کارنامہ کر دکھایا ہو، حالاں کہ وہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں یہ کامیابی بے روزگاری دور کرے گی، ہمارے نونہالوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہے

عدالت کے بدلتے فیصلے

ہندوستان میں عدلیہ کا نظام تین سطحی ہے، ضلعی عدالت، ہائی کورٹ اور پھر سپریم کورٹ، نچلی عدالت کے فیصلے کو ہائی کورٹ اور ہائی کورٹ کے فیصلوں کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا جاتا ہے، قانون کی اسی کتاب اور دفعات کے سہارے ضلع عدالت جس کو مجرم قرار دیتی ہے، عمر قید اور پھانسی تک کی سزا سنا دیتی ہے، انہیں دفعات اور دستور کی اسی کتاب کی روشنی میں ہائی کورٹ اسے رد کر دیتا ہے، اگر باقی رکھ دیا تو معاملہ سپریم کورٹ جاتا ہے اور وہاں سے سزائیں رد ہو جاتی ہیں، پھانسی کا سزا یافتہ پھانسی کے وارنٹ جاری ہونے کے بعد بھی باعزت بری ہو جاتا ہے، نوئیڈا کا نٹھاری، ریان انٹرنیشنل اسکول کے طالب علم اور اروشی قتل معاملہ میں کچھ ایسے ہی فیصلے دیکھنے کو ملے۔

نٹھاری معاملہ 29 دسمبر 2006ء کو سامنے آیا تھا، جب پندرہ انسانی کھوپڑی، جسم کی باقیات اور بیگ میں رکھے کپڑے نوئیڈا کے سیکٹر 31 میں بنگلہ نمبر D5 کے پیچھے نٹھاری علاقہ میں پائے گیے تھے، نوئیڈا پولس نے اس بنگلہ کے مالک مہندر سنگھ پنگھیل اور اس کے نوکر سریندر کوہلی کو آبروریزی اور قتل کے معاملہ میں گرفتار کر لیا تھا، جانچ سی بی آئی کے حوالہ ہوئی اور اس نے 2007ء میں سولہ چارج شیٹ داخل کیا، 2009ء میں کوہلی اور پنگھیر ے کو نٹھاری معاملہ میں موت کی سزا سنائی گئی، 2015ء میں الٰہ آباد ہائی کورٹ نے پنگھیر ے کو تمام الزامات سے بری کر دیا اور کوہلی کی سزا کو عمر قید میں بدل دیا۔ قابل ذکر ہے کہ کوہلی کو پھانسی دینے کے لیے میرٹھ جیل منتقل کر دیا گیا تھا اور ڈیتھ وارنٹ جاری ہو گیا تھا کہ عدالت نے پہلے اس پر روک لگا دیا اور بعد میں 16؍اکتوبر 2023ء کو مجرمین کی عرضی پر سماعت کرتے ہوئے ثبوت وشواہد مکمل نہ ہونے کی بنیاد پر دونوں کو بری کر دیا، اور ۲۰؍اکتوبر ۲۰۲۳ء کو دونوں عدالت سے سترہ سال بعد باعزت رہا ہو گیے۔

2017ء میں ریان انٹرنیشنل اسکول کے ایک سات سالہ طالب علم کا قتل ہوا، پولیس نے اسکول کے بس کنڈکٹر کو قتل اور جنسی ہراسانی کے معاملہ میں گرفتار کر لیا، 74؍دن کے بعد اشوک کمار کو ضمانت ملی، 2018ء میں خصوصی عدالت نے اشوک کمار کو ان الزامات سے بری قرار دیا، اور اسکول کے ایک سولہ سالہ طالب علم کو اس کا ملزم قرار دیا۔

اروشی قتل معاملہ بھی ہندوستان کے سنسنی خیز قتل واردات میں سے ایک ہے، 16,15؍مئی 2008ء کو اروشی کو قتل کر دیا گیا، اس قتل کی ذمہ داری اروشی کے والدین راجیش تلوار اور نو پور تلوار کے سر ڈالی گئی اور عدالت نے 2013ء میں ان دونوں کو عمر قید کی سزا سنائی، لیکن 2017ء میں الٰہ آباد ہائی کورٹ نے ان دونوں کو بری کر دیا، کیوں کہ جانچ ایجنسیوں نے صحیح ثبوت وشواہد نہیں جمع کیے تھے۔

ان تینوں واردات کا ذکر مثال کے طور پر کیا گیا ہے، ورنہ اس قسم کے بہت سارے واقعات ہیں، جن میں نچلی عدالت کے فیصلے کو عدالت عالیہ (ہائی کورٹ) یا عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) تبدیل کر دیتی ہے، اس کی وجہ دراصل جانچ ایجنسیوں کی کوتاہیاں ہیں، اس نے ثبوت وشواہد قانونی انداز میں اکٹھے نہیں کیے اور مجرمین کو اس کا فائدہ مل گیا، اس طرح کے بدلتے فیصلے سے عوام میں بے اعتمادی کی فضا قائم ہوتی ہے اور جو مفلس اور غریب ہیں وہ اپنے کو مجبور محسوس کرنے لگتے ہیں، مجرم بری ہو گیے، لیکن نٹھاری کے مقتولوں کے وارثوں کو انصاف نہیں مل پایا۔

عدالت کے فیصلے کس طرح اور کس بینچ سے بدلے جا سکیں گے، وکیلوں کو اس کی معلومات ہوتی ہے وہ اپنی پسندیدہ بینچ تک مقدمات کو پہونچانے کی کوشش کرتے ہیں، نہیں ممکن ہوا تو انتظار بھی کرنے کو کہتے ہیں، اس کا مطلب ہے کہ عدالت کے ججوں کی اپنی سوچ ہوتی ہے، دفعات تو وہی رہتے ہیں، لیکن قانون کی تشریح کا حق ان کو ہے، اس لیے ایک جگہ سے ضمانت ملتی ہے، دوسری جگہ سے رد ہو جاتی ہے، ایک جگہ سے سزا ہوتی ہے دوسری جگہ سے براءت کا مزہ مل جاتا ہے، کوئی حرج نہیں، لیکن اصل مجرم تک قانون کے ہاتھ پہونچیں اور ان کو سزا دلائی جا سکے یہ ہر ہندوستانی کا حق ہے۔ اور تحقیقی ایجنسیوں کو اس سلسلے میں مضبوط اقدام کرنے کی ضرورت ہے۔

خلیجی ممالک میں ہندوستانی قیدی

حال ہی میں قطر کی عدالت نے آٹھ سابق ہندوستانی فوجیوں کو اسرائیل کے لیے جاسوسی کے الزام میں موت کی سزا سنائی ہے، ہندوستان نے اسے حیرتناک قرار دیا ہے، ہندوستانی حکومت قانونی اور سیاسی مذاکرات کے ذریعہ ان کی سزا معاف کرانے کے لیے تگ ودو کر رہی ہے، سزا یافتہ افراد کے اہل خاندان کی قطر کے حکمراں سے اپیل اور روزیراعظم کے خارجی تعلقات کی بنیاد پر یہ امید کی جاتی ہے کہ سزا میں تخفیف ہو سکے گی، ایک موقع قطر کے قومی دن 18؍دسمبر کا بھی ہے، جس دن وہاں کے حکمراں بہت سارے قیدیوں کی سزا کی معافی کا اعلان کرتے ہیں، لیکن اس میں ابھی اڑتالیس دن باقی ہیں، قابل غور یہ ہے کہ اگر اس دن کے آنے سے قبل ہی سزا کی تنفیذ ہو گئی تو کیا ہوگا، یہ تو پھانسی کی سزا سنائی گئی تو ہمیں معلوم ہوا کہ یہ حضرات وہاں جیل میں جاسوسی کے الزام میں قید تھے، ان کے علاوہ 696 ہندوستانی قیدی اور بھی ہیں، جن کی طرف کسی کی نگاہ نہیں ہے اور نہ ہی حکومت ان کو قید سے آزاد کرانے کے لیے فکرمند ہے، معاملہ صرف قطر کا ہی نہیں چند دوسرے مسلم ممالک کا بھی ہے۔ باخبر ذرائع کے مطابق پوری دنیا میں اس وقت 8441 ہندوستانی قید میں ہیں، جن میں سے 4630 صرف خلیجی ممالک میں بند ہیں، بحرین میں 277، کویت میں 446، عمان میں 139، سعودی عرب میں 1461، اور متحدہ عرب امارات میں 1611 افراد قید وبند کی صعوبتیں جھیل رہے ہیں، جن کا پرسان حال کوئی نہیں ہے، وزارت خارجہ اور ہندوستانی حکومت کو اس سمت میں بھی پیش قدمی کرنی چاہیے، تاکہ بے گناہ ناکردہ گناہوں سے بری ہو کر اپنے خاندان کو لوٹ سکیں، جو واقعۃً مجرم ہیں، ان کو قانونی مدد پہونچائی جائے تاکہ وہ اپنی بات ان ممالک کی عدالتوں میں رکھنے کی پوزیشن میں ہوں، اس سے حکومت پر عوام کا اعتماد بڑھے گا، اور ہندوستانی شہریوں کی قید سے نکلنے کی شکل بن سکے گی، بہت سارے ایسے قیدی بھی ہیں جو بعض معاملات میں رقم ادا نہ کرنے کی وجہ سے بند ہیں، ان کی مالی مدد کر کے بھی انہیں جیل کی اذیت سے نجات دلائی جا سکتی ہے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ :مولانا رضوان احمد ندوی

قاری محمد عثمان بڑگانوی

افسوس صد افسوس کہ گذشتہ اکتوبر کی 12 رتاریخ کو فضل وکمال کی ایک اور شمع فروزاں گل ہوگئی، حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب کم وبیش 90 رسال کی عمر طبعی پا کر رب ذوالجلال سے جا ملے، اناللہ وانا الیہ راجعون، بلاشبہ مولانا مرحوم ایک باکمال عالم دین، ممتاز عابد وزاہد بزرگ اور اس عہد میں اگلی صحبتوں کی چند بقیۃ السلف کی یادگاروں میں سے تھے، قحط الرجال کے اس دور میں اس مغتنم ہستی کی جدائی ملت کے لیے بڑا حادثہ ہے، اللہ تعالیٰ ان کی تربت پر رحمت کے پھول برسائے اور ان کی روح کو ابدی سکون ومسرت عطا فرمائے۔

حضرت مولانا قاری محمد عثمان ١٩٣٤ء میں دربھنگہ کے ایک گاؤں بڑگاؤں میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد جناب صوفی مشیر الدین اور دادا جناب محمد منگل علی صاحب نے مولانا کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی ابتدائی دینیات کی تعلیم مدرسہ عارفیہ چنامنا پورنیہ، مدرسہ رحمانیہ سوپول دربھنگہ اور مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں دلوائیں، عمر ذرا آگے بڑھی تو مولانا ١٩٥٢ء میں ایشیا کی مرکزی درسگاہ دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ١٩٥٧ء تک وہاں کے ماہر فن اساتذہ، جید علماء ومشائخ کے دامن تربیت سے فیضیاب ہوئے، دورہ حدیث میں بخاری شریف، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے علامہ ابراہیم بلیاوی اور حضرت مولانا معراج الحق سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں، مولانا مرحوم کو عربی زبان وادب سے بڑا قلبی لگاؤ تھا، برجستہ عربی بولتے اور لکھتے تھے، اس لئے آپ شیخ العربی سے مشہور ہوئے، وہ اپنی ذکاوت ذہانت اور مضبوط علمی استعداد کی بنا پر اپنے تمام اساتذہ کے منظور نظر رہے، خاص کر حضرت مولانا محمد عثمان گرولوی (سوپول) اور ماسٹر محمد سلیم الدین صاحب سے والہانہ محبت اور وارفتگی تھی، دینی علوم کی تکمیل کے بعد مختلف مدارس میں درس وتدریس سے وابستہ ہوئے، کلکتہ، مظفر پور، اور سہرسہ کے مدرسوں میں تعلیم وتدریس سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ جامع مسجد باقر گنج، لہریا سرائے دربھنگہ اور بہار شریف کی جامع مسجد میں امامت وخطابت کے بھی فرائض انجام دیئے، کچھ دنوں پٹنہ جنکشن کی جامع مسجد میں بھی رہے، اس طرح انہوں نے اپنے علوم وفیوض سے فرزندان توحید کو دینی علم سے سیراب کیا، مولانا صاحب علم ہونے کے ساتھ صاحب عزیمت بھی تھے، جہاں اور جس مدرسہ ومسجد میں رہے حق بات کہنے اور اہل اقتدار کی غلطیوں پر ٹوکنے سے گریز نہیں کیا اور اس کے عواقب کی پرواہ بھی نہیں کی، ان کی ایک سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ سب سے یکساں اور عجز وانکساری سے ملا کرتے تھے، ان کے تعلقات ہر طبقہ کے لوگوں سے تھے۔ وہ مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی دور کرنے کے لئے برابر فکرمند رہتے تھے، اس لئے کہا جاتا ہے کہ اپنے علاقہ میں اپنے نام سے منسوب مدرسہ عثمانیہ کے نام سے ایک دینی درسگاہ کی بنا بھی ڈالی، جو اس وقت منسرا گاؤں میں واقع ہے، اور سرسبز وشاداب ہے، حضرت مولانا نے حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا ان کے وصال کے بعد منوروا شریف سمستی پور کے ایک صاحب دل ولی کامل حضرت مولانا احمد حسن منورویؒ سے بیعت وارشاد سے وابستہ ہوئے، اس کے بعد ہی مولانا کی کیفیت بدل گئی، پیرومرشد کی توجہ نے ان کے دل کو مجلی کر دیا، اسلام کی تبلیغ واشاعت اور لوگوں کو رشد وہدایت کی راہ پر لگانے کے لئے مستقل قریہ قریہ اسفار کرنے لگے، دربھنگہ، سمستی پور، اور سہرسہ کے سیکڑوں مواضعات کا اصلاحی دورہ کیا۔ مولانا کے نام ومقام سے مجھے پہلے سے واقفیت تھی، البتہ باقاعدہ نیاز اور تقرب ١٩٨٥ء میں حاصل ہوا، آپ میرے آبائی وطن جمالپور، دربھنگہ کے ایک محلہ کی مسجد کے سنگ بنیاد کی تقریب میں تشریف لائے تھے، والد ماجد عارف باللہ حضرت حاجی مولانا سلطان احمد صاحب اور حضرت مولانا ہارون الرشید صاحب بھی مدعو تھے، ان دونوں بزرگوں کی معیت میں حقیر بھی شریک ہوا، وہیں پہلی مرتبہ مولانا مرحوم کی پرتاثیر تقریر ومواعظ حسنہ سے استفادہ کا موقع ملا، آپ نے مساجد کی عظمت ومرکزیت پر ایسا عالمانہ کلام فرمایا کہ اکثر سامعین کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، قدرت نے انہیں بھلی آواز بھی دی تھی، جب وہ تقریر کرتے تھے تو سامعین سمٹنے لگتے، ان کو تدریس وتقریر دونوں پر غیر معمولی قدرت ومہارت حاصل تھی، عام اجتماعات میں آپ کی تقاریر دلچسپی سے سنی جاتی تھیں۔ مجلس کے اختتام پر سلام ومصافحہ کیا بڑے خلوص ومحبت سے ملے، اور ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا، مولانا کو شعر وشاعری سے بھی لگاؤ تھا، تقریر وتدریس کے درمیان برمحل اشعار سے مجلس کو زعفران زار بنا دیتے، میں اپنے گاؤں کی اس مجلس میں ان کے شعر وسخن سے بھی لطف اندوز ہوا۔

آخری ملاقات ٢٠٢١ء میں بڑگاں کی جامع مسجد میں ہوئی، امارت شرعیہ کے دعوتی واصلاحی دورے پر تھا، اسی مناسبت سے ایک یوم کا پروگرام بڑگاؤں میں ہوا، وہاں حضرت مولانا بھی پروگرام میں شریک ہوئے، پیرانہ سالی کے باوجود ان کی جواں ہمتی دیکھ کر مجھے اپنے آپ پر شرم آنے لگی، مولانا کی شخصیت فضل وکمال کے ساتھ گوناگوں محاسن اخلاق کی حامل تھی، کشادہ دست، خندہ جبیں، کریم النفس اور مہمان نواز تھے، مجھے بھی ان کے دسترخوان سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا۔ بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری۔ گرچہ انہیں شہرت کا وہ مرتبہ حاصل نہ ہوسکا، جس کے وہ ہر طرح مستحق تھے۔

آپ نے چار شادیاں کیں، جن سے اللہ نے ١١ ربیٹے اور ٨ ربیٹیاں عنایت کیں ان میں سے اکثر آپ کے حسن تربیت سے حافظ اور عالم فاضل ہیں۔

ایسے صاحب کمال علماء مدتوں میں پیدا ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ قوم وملت اور علم ودین کے اس خادم کے درجات بلند کرے اور اپنے دامن رحمت میں جگہ دے پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔

کتابوں کی دنیا :مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

تذکرہ شعراء مدھوبنی

مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی تخلص شائق (ولادت ١٥ راپریل ١٩٨٩ء) بن حافظ وقاری مطیع الرحمٰن صاحب رحمانی مدھوبنی ضلع کی مشہور ومعروف اور نابغۂ روزگار بستی یکہتہ کے رہنے والے ہیں، ان کے والد سے میری شناشائی قدیم تھی اور یہ اتفاق ہے کہ مدرسہ رحمانیہ میں قاری مطیع الرحمٰن کی بحالی میں اکسپرٹ کی حیثیت سے میری شرکت ہوئی تھی، علماء، فضلاء کی اس بستی میں کئی نامور اہل علم سے میرے تعلقات دوستانہ رہے ہیں، اور اس بستی کے کئی علماء، وحفاظ نے ویشالی ضلع کو اپنا مرکز بنایا اور مجھے ان کے پیچھے نماز پڑھنے کی سعادت ملی، مولانا ممتاز علی مظاہریؒ کی شفقت ومحبت، قاری محمد طاہر، مولانا منظور احمد شمسی قاسمی، مولانا مطیع الرحمٰن موجودہ صدر مدرس مدرسہ رحمانیہ سے میری رفاقت قدیم ہے اور دوستانہ تعلقات آج بھی قائم ہیں، حافظ نعمت اللہ صاحب نے پوری زندگی ویشالی میں ہی گذاری اور زمانہ تک میرے قائم کردہ معہد العلوم الاسلامیہ چک چملی سرائے، ویشالی میں بحیثیت استاذ خدمت انجام دیتے رہے، یہ اس گاؤں سے میری قلبی وارفتگی اور گاؤں والوں کی مجھ سے محبت کی دلیل ہے کہ معہد یعقوبیہ للبنات کا صدر حضرت مولانا محمد قاسم مظفر پوریؒ کے وصال کے بعد مجھے بنایا گیا، تحریک ماسٹر مشتاق علی فہمی کی تھی اور حوالہ مولانا محمد قاسم مظفر پوریؒ کا کہ انہوں نے یہی مشورہ دیا تھا چنانچہ میں نے بھی قبول کر لینے میں اپنی سعادت سمجھی، امارت اور اکابر امارت شرعیہ کے یہاں کے لوگ گرویدہ ہی نہیں، فدائین میں رہے ہیں، جب بھی آواز دی گئی، لبیک کہا، یہاں امارت شرعیہ کا دار القضاء بھی قائم ہے، قاضی رضوان احمد صاحب یہاں کے معاملات کو خوش اسلوبی سے حل کرتے ہیں۔

مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی شاق یکہتوی یہیں پیدا ہوئے، پلے بڑھے، مدرسہ نور الاسلام مسجد صوفیان باغ قدوائی نگر لدھیانہ سے حفظ قرآن کی تکمیل کے بعد عربی اول ودوم کی تعلیم مدرسہ فلاح المسلمین گواپوکھر مدھوبنی میں پائی، ٢٠٠٨ء میں دار العلوم دیوبند میں عربی سوم میں داخلہ لیا، ہفتم تک یہاں تعلیم حاصل حاصل کی، والد کے انتقال کے بعد ہمدردی کا فائدہ ملا اور اسی بنیاد پر مدرسہ رحمانیہ یکہتہ میں بحالی ہوگئی، منقطع الدراسۃ ہونے کے باوجود پھر سے دار العلوم دیوبند گیے 2016 میں یہاں سے سند فراغ حاصل کیا اور افتاء کی تکمیل بھی کی، ان دنوں مولانا آزاد یونیورسیٹی سے ایم اے کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں، لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ خاصے پڑھے لکھے آدمی ہیں، لیکن ہر پڑھے لکھے کو طبع موزوں نہیں ملتا اور شاعری ہر ایک کے بس کی بات بھی نہیں ہوتی، مولانا پڑھے لکھے بھی ہیں، شاعر بھی ہیں، طبع موزوں پایا ہے، شعر لکھتے پڑھتے ہیں اور شاعروں کو زندہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، انہوں نے ''نام نیکو رفتگاں ضائع مکن'' کے نقطۂ نظر سے تذکرہ شعراء مدھوبنی کی ترتیب کا کام کیا اور ضلع مدھوبنی سے متعلق چالیس معروف اور غیر معروف شعراء کرام کے احوال وکوائف اور شعری نمونے جمع کر دیے ہیں، جو بہت اہم ہے اور آئندہ جب بھی کوئی اس علاقہ کے شعراء کی تاریخ مرتب کرنی چاہے گا تو اسے کوہ پیمائی کے اس مرحلہ سے گذرنا نہیں پڑے گا، جیسا شائق یکہتوی کو کرنی پڑی ہے۔

مدھوبنی قدیم ضلع دربھنگہ کا ایک حصہ رہا ہے، اس علاقہ کی علمی وادبی تاریخ رہی ہے، یہ تاریخ تذکرے مختلف کتابوں میں منتشر ہیں، منشی بہاری لال فطرت کی ''آئینہ ترہت''، جگیشر پرشاد خلش کی ''ریاض ترہت''، شاداں فاروقی مرحوم کی ''تذکرہ بزم شمال'' اور عبد المنان طرزی کی ''ناموران بہار، رفتگاں وقائماں'' وغیرہ کو اس حوالہ سے خاصی اہمیت حاصل ہے اور یہ ماخذ ومراجع کے طور پر استعمال ہو رہی ہیں، ''آئینہ ترہت'' کو ایک ساتھ تین زبانوں میں مہاراجہ لائبریری دربھنگہ نے شائع کیا تھا، میں نے پہلی بار مطبوعہ اسی نسخے کو دیکھا، اس سے قبل ''آئینہ ترہت'' کے قلمی نسخہ سے میں نے استفادہ کیا تھا جو مطبوعہ نسخہ سے من وعن صفحات کی رعایت کے ساتھ شاداں فاروقی نے اپنے قلم سے انتہائی خوش خط نقل کیا تھا، ماضی کے محققین کو جب زیروکس کی سہولت نہیں تھی کس قدر محنتیں کرنی پڑتی تھیں۔

ان کتابوں میں جن کا ذکر کیا گیا، مدھوبنی ضلع کے شعراء کے تذکرے بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں، اس کتاب کی داخلی شہادتیں یہ بتاتی ہیں کہ ''تذکرہ بزم شمال'' سے استفادہ کیا گیا ہے، اگر دوسری کتاب مرتب کے پیش نظر نہیں رہیں تو ان سے استفادہ کرنا چاہیے، کالج اور اداروں کے مجلّے اور جرائد میں بھی بہت سارا مواد مل سکتا ہے۔

اس کے باوجود ''تذکرہ شعراء مدھوبنی'' کی ترتیب کے لیے علمی دنیا کو شکر گذار ہونا چاہیے کہ شائق یکہتوی نے بڑی دلچسپی سے، دلچسپ اور آسان نثر میں چالیس شعراء کرام پر تفصیلی لکھا ہے اور آخر میں جو فہرست دی ہے، اس میں ایک سوبیس شعرائے مدھوبنی کے اسماء گرامی درج ہیں، اس کا مطلب ہے کہ دوسری جلد کے لیے بھی اچھا خاصہ مواد موجود ہے۔

تذکرہ کا لفظ سننے میں ہلکا لگتا ہے، لیکن یہ ایک حقیقتاً مشکل کام ہے، کبھی کبھی تو چیونٹی کے منہ سے دانہ دانہ جمع کرنے کا عمل کرنا پڑتا ہے، تب کہیں جا کر تذکرہ کی چند سطریں تیار ہو پاتی ہیں، تذکرہ نگاری تحقیق کے مرحلہ سے بھی گذرتی ہے، اسے تاریخ نگاری کی راہ سے بھی گذرنا پڑتا ہے اور ذہن جولانی پر آئے تو تذکرہ نگار تنقید کے مرحلہ کو بھی عبور کر لیتا ہے، تذکرہ شعراء مدھوبنی میں شائق یکہتوی نے مدھوبنی میں اردو شاعری کے آغاز وارتقا پر تاریخی پس منظر میں تفصیلی روشنی ڈالی ہے، تاریخ کے کچھ اور اوراق پلٹتے تو وہ ذکر کردہ آغاز وارتقا سے اور پیچھے جا سکتے تھے، شاعری کے بعد مدھوبنی میں نثری ادب اور اس کی مختلف اصناف افسانہ نگاری، اور صحافتی خدمات بھی زیر بحث آئی ہیں، ان میں مرتب کتاب کا تاریخی اور ادبی شعور کام کرتا نظر آتا ہے۔

شائق یکہتوی نے اس کتاب میں نہ صرف شعراء کے سوانحی احوال وکوائف کو جمع کیا ہے، بلکہ ان کی شاعری کے جو نمونے مختلف اصناف میں مل پائے، اس کو شامل کتاب کیا ہے، اور پھر ان کی شاعری کے امتیازات وخصوصیات اور شعری ادب میں متعلقہ شاعر کو جس صنف میں مہارت تھی اس کا بھی ذکر کیا ہے، (بقیہ صفحہ: ١٢ رپر)

Scanned with CamScanner

حکایات اہل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

حضرت ابوھریرہؓ اور نفس کی اصلاح: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو مشہور صحابی ہیں اور بے شمار احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں، پڑھنے پڑھانے والے، صوفی منش بزرگ تھے، ایک مرتبہ ان کو بحرین کا گورنر بنادیا گیا، اب دن میں یہ وہاں کا انتظام کرتے اور شام کو روزانہ یہ معمول تھا کہ سر پر لکڑیوں کا گٹھر رکھتے اور بیچ بازار سے گزرتے اور لکڑیاں بیچتے، کسی نے ان سے پوچھا کہ یہ کام کیوں کررہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میرا نفس بڑا شریر ہے، مجھے اندیشہ رہتا ہے کہ حاکم بننے کی وجہ سے کہیں میرے دل میں تکبر نہ آجائے، لہذا میں اپنے نفس کو اپنی حقیقت باربار دکھاتا رہتا ہوں کہ تیری حقیقت یہ ہے۔ (خطبات، جلد ۱۵)

عفت وپارسائی کا ایک مثالی واقعہ: حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ کی طلب رزق کی خاطر مختلف شہروں میں آمدورفت جاری رہتی تھی، جب آپ کو کسی کے پاس کام ملتا تو آپ سب سے پہلے یہ شرط لگاتے کہ نمازوں کے اوقات میں کام موقوف کرکے مسجد میں باجماعت نماز ادا کریں گے اور نماز سے فارغ ہوکر کام پر واپس آئیں گے، ایک مرتبہ عراق میں ایک مال دار شخص کے پاس آپ نے باغ کی چوکیداری کے لئے اجرت پر کام شروع کیا اور بڑی امانت داری اور پارسائی کے ساتھ کام انجام دینے لگے، نہ کام میں سستی کرتے اور نہ ہی اپنے رب کی عبادت چھوڑتے، اس کے ساتھ ہی راز ونیاز اور تسبیحات ودعاؤں میں بھی کوئی کسر باقی نہ رکھتے، ایک مرتبہ باغ کا مالک اپنے کچھ دوستوں کے ہمراہ اچانک باغ میں وارد ہوا، ایک درخت کے سایہ تلے بیٹھا اور حضرت ابراہیم بن ادہم کو بلاکر حکم دیا کہ مہمانوں کی خاطر مدارات میں انار پیش کریں، ابراہیم بن ادہم گئے اور انار لاکر حاضر کیا، جب مالک نے انار توڑے تو کھٹے نکلے، وہ بہت غصہ ہوا، ابراہیم بن ادہم کو ڈانٹا اور کہا کہ تم سالہا سال سے اس باغ میں کام کرتے ہو، لیکن تمہیں ابھی تک میٹھے اور کھٹے اناروں کی تمیز نہیں؟ ابراہیم بن ادہم نے کہا کہ جناب والا! مجھے یہ امتیاز کیسے حاصل ہوتا؟ جب کہ میں نے اس باغ سے کبھی کوئی انار نہیں کھایا، اس نے کہا: تم مجھے دھوکہ دیتے ہو؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تم اتنی مدت باغ میں رہو اور اس کے پھل نہ کھاؤ؟ ابراہیم بن ادہم نے کہا: میں اپنے نفس اور ہاتھوں کو حرام کی طرف بڑھنے سے بھی روکے رکھتا ہوں، آپ نے مجھے باغ کی چوکیداری کے لیے اجرت پر رکھا ہے نہ کہ پھل کھانے کے لیے۔

خلیفہ ھارون رشید کی کسر نفسی:
ایک دن دسترخوان پر شاہ ہارون نے قاضی یحییٰ سے پوچھا، بتائیے! اللہ تعالیٰ نے اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ عزت کس کو دی ہے؟
قاضی یحییٰ نے جواب دیا، اللہ نے اس وقت آپ کو سب سے زیادہ عزت عطا کی ہے، آپ امیر المؤمنین ہیں، ہارون نے جواب دیا جواب غلط ہے، ہارون نے کہا سب سے زیادہ عزت اللہ نے اس کو دی ہے جس کا جوتا سیدھا کرنے کے لیے مسلمانوں کے دو دو ولی عہد آپس میں لڑتے ہیں، اللہ نے آپ کے سینہ میں قرآن کی دولت عطا فرمائی، آپ کے قلب میں حدیث پاک ہے اس سے بڑھ کر عزت کی اور کیا چیز ہوسکتی ہے۔
سبحان اللہ! ایک وقت کے سلطان اور امیر کے قلب میں علماء کی اس قدر عظمت تھی، خلیفہ ہارون رشید جو خود بھی جید عالم تھے، ان کے دو صاحبزادے امین ومامون کو قاضی یحییٰ تعلیم دیتے تھے، ایک دن جب استاد درس سے فارغ ہوگئے اور درسگاہ سے اٹھنے کا ارادہ فرمایا تو دونوں استاذِ محترم کا جوتا سیدھا کرنے کے لیے آپس میں جھگڑ پڑے ہر ایک کی خواہش ہوئی کہ میں جوتا سیدھا کروں، استاذ نے فیصلہ کیا کہ ایک کو تم اور دوسرے کو دوسرا سیدھا کرے۔

بدگمانی سے بچئے! حضرت بایزید بسطامیؒ ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد شہر کے کنارے چہل قدمی کر رہے تھے کہ ایک کنارے دو جوان لڑکا لڑکی بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے آگے ایک بوتل رکھی ہوئی تھی، حضرت نے سمجھا کہ یہ دونوں شام ڈھلنے کے انتظار میں ہیں اور بدکاری کرنے والے ہیں اور ان کے سامنے شراب رکھی ہوئی ہے، سوچا کہ جاکر ذرا ان سے پوچھ لوں جب لڑکے سے دریافت کیا تو وہ کہنے لگا کہ یہ میری بہن ہے، ہم دونوں روزے سے ہیں، اور سورج غروب ہونے انتظار میں ہیں، بوتل میں زمزم ہے اور ہم سید خاندان سے ہیں، شیخ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں میں آنسو آگئے اور اپنے آپ کو خوب ملامت کی، پھر ان کو گھر لے جاکر خوب اکرام کیا، کسی سے نفرت کی وجوہات میں سے ایک وجہ بدگمانی بھی ہے، کیونکہ اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ پوچھ لیں کہ یہ کام آپ نے کیوں کیا ہے؟ یا کیا بھی ہے کہ نہیں؟ بس بدگمانی کرنا شروع کردیتے ہیں، لہذا بدگمانی کرنے سے پہلے اتنی زحمت کرلیں کہ ایک دفعہ خود بھی وجہ پوچھ لیں، تاکہ تسلی ہو اور ہمیشہ کی نفرت سے نجات ملے "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ" (سورہ حجرات: ۱۲) اے ایمان والو! بہت سے گمانات سے بچو اس لیے کہ بعض گمان گناہ ہوا کرتے ہیں۔

جس کی قسم کی لاج رکھتا ھے! حضرت امام سفیان ثوریؒ اپنی والدہ ماجدہ سے کہنے لگے، اماں! مجھے اللہ کے نام پر وقف کردیجئے، وقف کا مسئلہ اور حکم ہے، جو چیز ایک دفعہ وقف کردی جاتی ہے، اسے واپس نہیں لیا جاسکتا، ماں نے کہا چلو جاؤ، تجھے میں نے وقف کردیا، یہ وہ زمانہ تھا کہ مائیں کہتی تھیں بیٹا ہم تو چراغ سحری ہیں تو جا! اور تیرے ذریعہ سے دین زندہ ہوجائے، ہماری کوئی بات نہیں، ہماری اس میں خیر ہے، ماں کا لاڈلا جب گھر سے نکلا تو انیس سال بعد رات کے وقت آیا، دروازے پر دستک دی، ان کی ماں باحیات تھی، اندر سے آواز آئی کون؟ کہا آپ کا بیٹا سفیان، فرمایا: بیٹا! جب کوئی چیز ہدیہ اور وقف کردی جاتی ہے تو واپس لینا بے غیرتی ہے، میں تجھے اللہ کو دے چکی ہوں، اب واپس لینا بے غیرتی ہے، بیٹا! اب یہ دروازہ دنیا میں نہیں کھلے گا، واپس چلا جا، قیامت کو ان شاء اللہ تسلی سے مل لینا، ماں نے دروازہ نہیں کھولا، وہ واپس ہوگئے، اللہ اکبر! کیا ماں تھی، کتنی عظیم تھی وہ، جب ماں اتنی بلند تر ہو تو اولاد کیسی پارسا ہوگی؟ ایک موقع پر حضرت سفیان ثوریؒ نے ابوجعفر منصور کے مظالم کے خلاف فتویٰ دیا، اس نے کہلوایا میں مکہ آرہا ہوں، میرے آنے سے پہلے سولی تیار رکھی جائے اور آتے ہی سفیان کو سولی پر لٹکا دیا جائے۔
آپ مکۃ المکرمہ میں حطیم میں حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ کی گود میں سر رکھے لیٹے ہوئے تھے، اتنے میں حضرت سفیان بن عیینہؒ دوڑے آئے جان بچاؤ، بھاگ جاؤ کی صدا لگاتے ہوئے کہا ابوجعفر منصور بادشاہ وقت نے آرڈر پاس کیا ہے کہ اسے پکڑا جائے اور میرے آنے سے پہلے ہی سولی دیدی جائے، سنتے ہی آپ ملتزم پر گئے، اسے پکڑ کر کہا یا اللہ! اگر تو نے منصور کو مکہ میں داخل ہونے دیا تو دوستی باقی نہیں رہے گی، یہ دوستی باقی نہیں رہے گی، چنانچہ ابوجعفر منصور نے طائف کا پہاڑ پار کیا اور چند قدم بھی نہیں چل سکا تھا کہ وہیں گر کر مرگیا، جس کی قبر کی کوئی نشانی نہیں ہے۔

حجاج بن یوسف اور حسن بصری:ؒ حجاج بن یوسف نے بڑے بڑے اکابر کو ستایا، خون بہایا اور ان پر مظالم کے پہاڑ ڈھائے، ان کا ایک واقعہ حضرت حسن بصریؒ کے ساتھ پیش آیا، حجاج بن یوسف نے "واسط" میں ایک قصر بنایا حضرت حسن بصریؒ کو بھی اس کے دیدار کے لئے بلایا، وہ درس دے رہے تھے، تشریف لے گئے، حجاج نے کہا کہ آپ کو میرے ساتھ "واسط" جانا ہے، محل دکھایا پھر پوچھا کیسا ہے؟ جواب میں آپ نے ڈانٹنا شروع کردیا، کڑوی سنائی، مجمع کے اوسان خطا ہونے لگے کہ اب قیامت برپا ہونے والی ہے، حجاج کے سامنے اف کون کرسکتا تھا، برابر والے لوگ اشاروں میں کپڑے کھینچ کر منع کرتے رہے اور وہ مسلسل ڈانٹ رہے تھے، حجاج برداشت کرتا رہا، ملازم سے کہا آج ان کو چھوڑ کر آجاؤ کل ان کو فلاں وقت بلاؤ، دوسرے دن مقررہ وقت پر بلایا، سب کو یقین تھا کہ آج وہ تہ تیغ کردیئے جائیں گے، ہر جگہ دعائیں ہورہی ہیں، ختم پڑھے جارہے ہیں کہ آج حضرت حسنؒ کا آخری دن ہے، تخت کے سامنے جلاد لٹکتی تلوار ساری چیزیں موجود یہ منظر دیکھ کر سارا مجمع آنسو بہا رہا ہے، روحانیت کے امام حضرت حسن بصریؒ حجاج کے سامنے تشریف لے جاتے ہیں قدرے آواز سے کچھ پڑھنا شروع کیا، ہونٹ ہل رہے تھے، حجاج کی آنکھیں سرخ غصہ میں شیر کی طرح غرارہی تھیں، تھوڑی دیر میں بیٹھک اور ہیئت بدل رہا تھا اور جوں جوں حضرت حسن بصریؒ قریب پہنچ رہے ہیں، حجاج کی کیفیت بدل رہی ہے، وہ حضرت کے والہانہ استقبال کے لیے آگے بڑھ رہا ہے اور ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ بیٹھا کر خیریت دریافت کررہا ہے، دنیا حیران کہ ماجرا کیا ہوا؟ حجاج نے خیریت دریافت کی اور دعاؤں کی درخواست کے ساتھ رخصت کردیا، محل سے باہر خدام نے دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا معاملہ ہوا کہ حجاج نے آج تک کسی عالم کا اس قدر اکرام نہیں کیا، فرمایا: اس وقت یہ دعاء پڑھ رہا تھا: **"اللّٰھم ولی نعمتی وملاذی عند کربتی اجعل نعمتہ علی بردا وسلاما کما جعلت النار علی ابراھیم بردا وسلاما"**

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ سب چیزوں سے بڑھ کر سخت چیز کیا ہے؟ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا غصہ، لوگوں نے پھر پوچھا کہ کس چیز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے غصہ سے مأمون ہوسکتے ہیں؟ فرمایا کہ اپنے غصہ کو ترک کرکے یعنی اپنے غصہ کو ترک کرکے اللہ تعالیٰ کے غصہ سے بچا جاسکتا ہے۔
غصہ آنے کی دو وجہ: (۱) خود کو اچھا سمجھنا اور مخاطب کو کم تر سمجھنا۔ (۲) قوت برداشت کا نہ ہونا اور یہ جسمانی کمزوری کی علامت ہے، روایت کا مفہوم ہے کہ غصہ ایمان کو ایسے خراب کرتا ہے، جیسے ایلوا شہد کو خراب کردیتا ہے۔
غصہ پر قابو پانے کی تدابیر: (۱) زبان سے "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ" باربار پڑھے۔ (۲) کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔ (۳) جس شخص پر غصہ آئے اسے اپنے سامنے سے ہٹادے۔ (۴) بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔ (۵) وضو کرلے۔

خواب جو شرمندۂ تعبیر نہ ھوسکا: حضرت ابراہیم ابن ادھمؒ کے پڑوس میں ایک لوہار رہتا تھا، زیادہ عبادت گذار تو نہ تھا، بس محنت کرتا، نماز پڑھتا اور کوئی خاص عبادت اس کی نہ تھی، جب اس لوہار کا اور حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو کچھ لوگوں نے ابراہیم ابن ادھم کو خواب میں دیکھا پوچھا کیا معاملہ ہوا؟ کہا اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ہے، بڑے درجات ہیں، مگر وہ درجہ نہیں ملا جو ہمارے پڑوس کے لوہار کو ملا، لوگ گئے لوہار کی بیوی کے پاس تو پوچھا کہ ان کا کیا عمل تھا؟ اس نے کہا کہ کوئی خاص عمل نہیں، البتہ اکثر روتے کہ کاش ہم کو بھی فرصت ہوتی تو ایسی عبادت کرتے جیسے ابراہیم بن ادھم کرتے ہیں، یہ ہے حسرت نایافت، اللہ تعالیٰ کے ہاں اس حسرت کی بہت قیمت ہے، اگر دل سے ہے، مؤمن کی مثال حسرت نایافت ہے، حضرت ابراہیم بن ادھمؒ جب کسی فقیر کو فقر وفاقہ کی شکایت کرتے ہوئے دیکھتے تو فرمایا کرتے کہ تم اس کی قدر کیا جانو تم کو گھر بیٹھے یہ دولت مل گئی ہے، اس کی قدر ابراہیم بن ادھم سے پوچھو جس نے سلطنت بیچ کر اس کو خریدا ہے۔

ٹیڑھی مانگ پر نرالا تعویذ: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے پاس ایک خاتون آئی اور اس نے کہا کہ جب میں سر کے بال بناتی ہوں تو مانگ ٹیڑھی ہوجاتی ہے، سیدھی نہیں بنتی، اس کے لئے کوئی تعویذ دیدو، حضرت نے فرمایا کہ مجھے تعویذ آتا نہیں اور اس کا کیا تعویذ ہوگا کہ مانگ سیدھی نہیں نکلتی، مگر وہ عورت پیچھے پڑگئی، حضرت فرماتے ہیں کہ جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو میں نے ایک کاغذ پر لکھ دیا: **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اھدنا الصراط المستقیم**" اس کا تعویذ بناکر پہن لو تو شاید تمہاری مانگ سیدھی ہوجائے، بعض اوقات اللہ تعالیٰ کا معاملہ اپنے نیک بندوں کے ساتھ ہوتا ہے کہ جب ان کی زبان سے کوئی کلمہ نکل جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سچا کردیتے ہیں، چنانچہ اس کی ٹیڑھی مانگ سیدھی ہوگئی۔ (خطبات: جلد ۱۵)

ایک انوکھا تعویذ: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک دیہاتی آیا، اس کے دماغ میں یہی بسا ہوا تھا کہ مولوی اگر تعویذ گنڈا نہیں جانتا تو وہ بالکل جاہل ہے، اس کو کچھ نہیں آتا، چنانچہ آپ کو بڑا عالم سمجھ کر آپ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے تعویذ دے دو، مولانا نے فرمایا کہ مجھے تعویذ تو آتا نہیں، اس نے کہا کہ اجی نہیں مجھے دیدو، حضرت نے فرمایا کہ مجھے آتا نہیں، تو کیا دیدوں؟ لیکن وہ پیچھے پڑگیا کہ مجھے تعویذ دے دو، حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا لکھوں تو میں نے اس کو تعویذ میں لکھ دیا کہ: "یا اللہ! یہ مانتا نہیں، میں جانتا نہیں، آپ اپنے فضل وکرم سے اس کا کام کردیجئے"۔ یہ لکھ کر میں نے اس کو دیدیا کہ یہ لٹکالے، اس نے لٹکالیا، اللہ تعالیٰ نے اسی کے ذریعہ اس کا کام بنادیا۔ خطبات: جلد ۱۵)

Scanned with CamScanner

سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادبی پہلو

مولانا مفتی اشتیاق احمد (استاذ دارالعلوم حیدرآباد)

نبی امی–فداہ ابی وامی–کا سب سے بڑا معجزہ قرآن پاک ہے کہ جس ذات اقدس نے نہ تو کسی استاذ سے پڑھا، نہ ہی کبھی کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، نہ ہی شعروادب کی مجلسوں میں شریک ہوئے، نہ ہی زبان وادب کے نشیب و فراز کے اصول پڑھے، یکا یک ایسے کلام کی تلاوت کرنے لگے جس کی مثال پیش کرنے سے اُدبائے زمانہ عاجز رہ گئے! اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ کلام رب العالمین کا تھا اور لانے والے جبرئیل امین تھے۔ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں: إِنَّـهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ، نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ، بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ. (سورۃ الشعراء: ۱۹۲تا۱۹۵) ''یہ پروردگار عالم کا اتارا ہوا قرآن ہے اس کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قلب پر معتبر فرشتہ لے کر اُترا ہے؛ تا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ڈرسنانے والوں میں سے ہو جائیں۔'' اس کلام کی اعجازی حیثیت آج بھی اسی طرح قائم ہے اور قیامت تک قائم رہے گی۔

اسی کے ساتھ اللہ رب العزت نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی طور پر زبان وادب کا معجزہ بھی عنایت فرمایا تھا، یہ معجزہ جہاں فطری اور طبعی نظر آتا ہے وہیں اس کا وہبی اور خصوصی عطائے ایزدی ہونا بھی ظاہر وباہر ہے۔ عرب کے سارے قبائل میں زبان وادب کے لحاظ سے قبیلہ منظر کو نمایاں حیثیت حاصل تھی اور اس قبیلہ کی ایک شاخ کنانہ کو دوسری تمام شاخوں پر تفوق و امتیاز حاصل تھا اور اس کے جملہ بطون میں قریش سب سے فائق تھے، اور قریش کا سکہ سارے قبائل پر چلتا تھا، زبان و بیان، انداز تعبیر اور اسلوب ادا میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا، شعروادب کی مجلسوں میں اس قبیلہ کے ادباء کو نمایاں مقام حاصل تھا، قریش کے عام افراد کی زبان بھی عام شعراء اور ادبا جیسی معیاری تھی مردوں کے علاوہ عورتیں اور بچے بھی فی البدیہہ اشعار نظم کرنے پر قدرت رکھتے تھے، عرب کے افکار وخیالات کی ترجمانی، اُن کے قصائد واہیات کی تراکیب قریش کے ادبی معیار پر ہی قابل قبول سمجھی جاتی تھیں، قریشی زبان وادب کو سارے عرب میں اس لیے بھی قبولِ عام حاصل تھا کہ یہ قبیلہ دوسرے قبائل کے مقابلے میں عجم کے اختلاط سے بالکل محفوظ تھا، جغرافیائی لحاظ سے عجمی آبادی سے دوری، عدم اختلاط کا خاص سبب تھا؛ اس لیے قریشی ادب اپنی اصل حالت پر باقی رہا، نہ تو اس کے اسالیب عجمی اسالیب سے متاثر ہوئے اور نہ ہی الفاظ ومفردات میں کسی طرح کی تبدیلی واقع ہوئی، دوسرے قبائل چوں کہ عجمی آبادی سے قریب تھے، اس لیے ان کے اسلوب وادا کو ادبائے عرب نے معیار نہیں بنایا۔ ناقدین کے نزدیک کلام کے صحیح اور غلط ہونے کے لیے قریشی ادبی معیار کی موافقت ومخالفت کافی تھی، غرض یہ کہ عرب کے فصیح ترین خاندان کے اندر رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، اسی طرح آپ کی رضاعت کے لیے خدائے وحدہ نے ایسے قبیلہ کا انتخاب فرمایا، جو قریش کے علاوہ دوسرے قبائل کے مقابلہ میں زبان وادب کے لحاظ سے اپنا ایک خاص مقام رکھتا تھا، نیز یہ قبیلہ من جملہ ان سات قبائل میں سے ہے، جن کی زبان کی رعایت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو نازل فرمایا ہے، مشہور حدیث ہے: أُنزِلَ الْقُرْآنُ عَلَىٰ سَبْعَةِ أَحْرُفٍ. (ابوداؤد: ۱/۲۰۸) قرآن پاک سات زبانوں کے مطابق نازل ہوا ہے۔'' بہرکیف! اللہ رب العزت نے جہاں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے لیے عرب کا فصیح ترین قبیلہ منتخب کیا، وہیں آپ کی پرورش و پرداخت کے لیے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے زبان وادب میں مسلمہ معیار رکھنے والے قبیلہ کا انتخاب کیا۔ ایک موقع سے آپ نے زبان و بیان اور اپنی فصیح وبلیغ قادر الکلامی کو واضح کرنے اور اُدبائے عرب میں اپنی حیثیت وحقیقت ظاہر کرنے کے لیے ارشاد فرمایا: ''أنا أفصح العربِ، بَيْدَا أنى من قريش، نشأت في بني سعد بن بكر (شرح الشفاء ملا علی القاری: ۱/۲۶۹) ''یعنی میں (ادبائے) عرب میں سب سے زیادہ فصیح ہوں، اس کے علاوہ (مجھ کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ) میں قریشی ہوں اور میری پرورش قبیلہ بنوسعد بن بکر میں ہوئی ہے۔ (جن کو زبان وادب میں خاص امتیازی حیثیت حاصل تھی۔''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح قریشی زبان و بیان پر مکمل قدرت حاصل تھی اور جس طرح آپ قرب وجوار کے قبائل کی زبان و بیان اور اسلوب ادا سے واقف تھے، اسی طرح دور دراز قبائل کے الفاظ ولغات طرز واسلوب حتی کہ ان کی زبان کے امتیازی فروق پر پوری قدرت رکھتے تھے اور انھیں کے فصیح ترین اسلوب میں ان سب سے خطاب کرتے، الفاظ وعبارت میں ان قبائل کے ادباء سے زیادہ درستگی اور وضاحت ہوتی تھی، خواہ وہ اہل نجد اور تہامہ کے ہوں یا قبائل یمن اور حضرموت کے لوگ ہوں، ہر ایک سے ان کے خاص قبائلی ادب کی رعایت کے ساتھ گفتگو فرماتے تھے، رب ذوالجلال کی یہ خصوصی نوازش صرف سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی، اس میں آپ کا کوئی ثانی نہیں۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ ''بنونہد'' کا ایک وفد حاضر ہوا، آپؐ اس وفد سے خاص انھیں کے لب ولہجہ اور انھیں کی لغات کی رعایت کے ساتھ بات کرنے لگے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حیرت واستعجاب کے عالم میں آپ سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! ہم اور آپ ایک ہی آبا واجداد کی اولاد ہیں لیکن آپ وفود عرب سے ایسی لغات اور ایسے لب ولہجہ میں بات کرتے ہیں کہ ہم ان میں سے اکثر باتوں کو نہیں سمجھ پاتے، آخر ایسا کیوں ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: أدبَنِي ربِّ فأحْسَنَ تاديبي (کنز العمال: ۱۱/۴۰۶) ''میرے رب نے مجھے بہترین ادب سکھایا ہے۔''

آپؐ نے متعدد قبائل کے پاس خطوط بھیجے، اُن میں بھی جہاں خطوط کے اسلوب کی رعایت ہوتی؛ خط کا مضمون خصوصی ہدف اور مقصد سے متجاوز نہ ہوتا، قرآن پاک کی آیات سے استدلال فرماتے؛ مقتضائے حال کے مطابق کلام املاء فرماتے اور احکام واوامر نہایت واضح انداز میں لکھاتے؛ وہیں الفاظ اور تراکیب واسالیب میں خاص کر مخاطب اور مرسل الیہم کی زبان اختیار فرماتے، کسی طرح کا کوئی تکلف اور آورد نہیں ہوتا؛ بلکہ بلا تکلف ایسا املاء کراتے جیسے وہ زبان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فطری اور آبائی ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا! قرآن کی شہادت ہے: ''وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ''(سورۃ النجم ۳-۴) ''آپ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، آپ کی ساری باتیں وحی الٰہی ہوا کرتی تھیں'' علامہ مصطفےٰ صادق رافعی تحریر فرماتے ہیں: ولا نَعْلَمُ أنَّ هذهِ الفَصَاحَةَ قَدْ كَانَتْ لَهُ إِلَّا تَوْقِيفًا مِنَ اللّٰهِ وَتَوْفِيقًا ،الخ'' (تاریخ آداب العرب: ۲/۳۳۳) ''ہم تو صرف یہی سمجھتے ہیں کہ فصاحت نبوی کا یہ معیار سوائے القائے ربانی اور توفیق ایزدی کے اور کچھ نہیں تھا'' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اولین مقصد اللہ تعالیٰ کی شریعت کی تعلیم وتزکیہ اور تشریح وتبلیغ تھا؛ اس لیے آپ کی یہ صفات ہر ہر گفتگو میں نمایاں نظر آتی ہیں، خواہ عام خطاب ہو یا خاص، اپنے اعزاء واقرباء سے روزمرہ کی بات چیت ہو، یا بے تکلفی اور مزاح کے مواقع کی گفتگو، شاہان وقت کے پاس خطوط ہوں، یا صحابہ کے وصایا، غرض یہ کہ آپ کا کلام کسی بھی جگہ اپنے مرکزی ہدف ومقصد سے الگ نظر نہیں آتا، اسی طرح کلام فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ ترین معیار پر ہوتا ہے، کبھی کبھار مجمع اور مقفیٰ کلام بھی کیا کرتے تھے، اسی طرح اپنے کلام کو امثال وحکم سے بھی زینت بخشتے تھے، خطبات نبوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ، برجستہ، بے تکلف اور رواں دواں ہوتا تھا، انداز بیان نہایت پختہ اور واضح رہتا تھا، اس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ میں یہ خاص بات تھی کہ آپ کا خطبہ قرآنی مضامین سے مستنبط؛ بلکہ اس کی صحیح اور حقیقی تعبیر ہوتا تھا؛ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلوب ادا پر بھی قرآن کا اثر ہی غالب رہا کرتا تھا، آپ بینز چوں کہ شدید ضرورت کے وقت ہی خطبہ دیتے تھے؛ اس لیے خطبہ از اول تا آخر ملول خاطر اور اکتاہٹ سے پاک ہوتا، دوسرے خطبوں کے برعکس خطبات نبوی میں آج بھی وہی تاثیر ہے، جو آج سے ہزار ڈیڑھ ہزار سال پہلے تھی، قدامت نے دور سے بھی چھوا تک نہیں ہے، خطبہ اکثر مختصر دیا کرتے تھے، لیکن کبھی کبھی گھنٹہ دو گھنٹہ بھی آپ سا ہی ہم نے خطاب فرمایا ہے، خطبہ میں جس طرح اسلامی نظام زندگی اور امور آخرت کا بیان ہوتا، اسی طرح شرعی احکام اور پیش آمدہ مسائل کا دائمی حل بھی بتاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر ادائے امانت اور تبلیغ رسالت کا غلبہ ہر لمحہ رہتا بعض بعض خطبات میں بڑے موثر انداز میں فرماتے: '' الا! هَل بَلَّغتُ؟ اللهم اشْهَدا '' کیا میں نے دین کو پہنچا دیا؟ اے اللہ! آپ گواہ رہے! جناب محمد صلاح الدین عمری اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں: ''ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان چند الفاظ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی سمٹ گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کلام نبیؐ میں جو صفت تمام صفت پر حاوی ہے، وہ ہے ''صفت ابلاغ'' بلکہ یہ ایک ایسی جامع صفت ہے، جسے اصل کے درجے میں رکھا جا سکتا ہے، کلام نبی خواہ معاہدات و خطوط ہو یا خطبات، دعائیں اور وصایا وغیرہ الغرض ہر صفت میں یہ صفت واضح طور پر اسلوب میں شامل ہے، گویا کلام نبی کی ہر صفت لازمی طور پر اپنے اندر کردار سازی کے مقصد کو سموئے ہوئے ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام فیض ترجمان اور معجز بیان کی معنوی خوبیوں کو تو علماء، فقہاء اور محدثین نے موضوع بحث بنایا ہی ہے؛ البتہ قرآن کے اعجاز کی وجہ سے غالباً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی لفظی خوبیوں سے بحث کو نسبتاً کم لوگوں نے موضوع بحث بنایا ہے، محدثین میں سرفہرست علامہ بدرالدین عینیؒ کا نام آتا ہے کہ آپ نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں بہت سی احادیث کی شرح میں فصاحت وبلاغت پر بھی کلام کیا ہے؛ البتہ ادباء میں ایک نہیں متعدد شخصیات نے اس پہلو پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے، مثلاً ابوعثمان جاحظؒ نے ''البیان والتبیین'' میں، ابومنصور ثعالبیؒ نے ''الاعجاز والایجاز'' میں، وہ ساری احادیث جمع کر دی ہیں، جن میں تشبیہات، تمثیلات، استعارات اور کنایات موجود ہیں، جو عربی زبان وادب کا شاہکار اور اعلیٰ ترین نمونہ ہیں، اسی طرح ابوبکر رازی کی ''کتاب المجتبیٰ'' بھی قابل ذکر ہے کہ اس میں پچاس کے قریب احادیث شریفہ کی امتیازی اور ادبی حیثیت کو بیان کیا گیا ہے، ان کے علاوہ ضیاء الدین ابن الاثیرؒ کی ''المثل السائر فی ادب الکاتب والشاعر'' اور ابوہلال عسکریؒ کی ''کتاب الصناعین'' بھی قابل ذکر ہیں۔ (مقدم الروائع والبدائع فی البیان النبوی: ۱۱-۱۲)، اسی طرح المسعودی نے اپنی تصنیف ''مروج الذہب'' میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہونے والے ان کلمات کی ایک طویل فہرست مرتب کی ہے، جن کے بارے میں محققین کی رائے ہے کہ ان کلمات وتعبیرات کی روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب ادباء و فصحاء کے یہاں نہیں ملتی اور یہ سب پہلے آپ نے ہی کی زبان سے اداء ہوئے۔ (ترجمان الاسلام: ج/۶۱، ۶۲ص/۶۳)، اس سلسلے میں مولانا نعمان الدین ندوی دامت برکاتہم نے نہایت ہی عمدہ اور مفصل کلام کیا ہے، ان کی مایۂ ناز کتاب ''الروائع والبدائع فی الکلام النبی'' (۱۲۸تا۱۳۳) کافی مفید اور مطالعہ کے لائق ہے۔

اسلوب نبویؐ کی خصوصیات: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمانی سے ادا ہونے والے الفاظ تعبیرات کی ادبی خصوصیات وامتیازات کو کون بیان کر سکتا ہے! ذیل میں صرف ایک مشہور ادیب ابوعثمان عمرو بن بحر جاحظ کی بیان کردہ خصوصیات کا خلاصہ نمبروار پیش کیا جاتا ہے لکھتے ہیں:

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہایت ہی جامع اور مکمل ہوتا، اس میں الفاظ اور حروف کی تعداد کم ہوتی، لیکن معانی کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دکھائی دیتا تھا۔ (بخاری ۲/۱۰۸۰) (۲) اس طرح تکلف اور بناوٹ سے بالکل پاک اور منزہ ہوتا؛ اس لیے بھی کہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صراحتاً حکم دیا تھا کہ: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں دین اسلام کی تبلیغ پر تم سے نہ تو کوئی بدلہ طلب کرتا ہوں اور نہ ہی میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔ (ص: ۸۶) اور اس وجہ سے بھی کہ آپ بتکلف فصاحت وبلاغت ظاہر کرنے کے لیے باچھیں کھولنے کو ناپسند فرماتے اور چیخنے چلانے والے لوگوں سے بھی کنارہ کش رہتے تھے۔ (۳) تفصیل کی جگہ میں آپ کا کلام نہایت مفصل ہوتا تھا۔ (۴) اور مختصر بیانی کے مواقع پر مختصر ترین گفتگو فرماتے تھے۔ (۵) غیر مانوس، غریب، نادر اور وضاحت طلب الفاظ استعمال نہ فرماتے تھے۔ (۶) آپ کی گفتگو میں کبھی کوئی لفظ ساقط نہیں ہوتا (۷) آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو کے دوران اپنے ہدف اور مقصد سے ذرا بھی نہ ہٹتے (۸) دورانِ گفتگو آپ کی ہر دلیل تیر بہ ہدف کام کرتی، ایک دلیل بھی ضائع نہ ہوتی تھی (۹) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو اتنی پیاری ہوتی کہ کوئی مخالفت نہ کرتا، بلکہ اکثر اوقات مخالف موافق ہو جاتا (۱۰) آپ کو گفتگو کے دوران کسی نے کبھی بھی لاجواب اور خاموش نہیں کیا۔ (۱۱) آپؐ کے مختصر کلام کے سامنے بڑی بڑی تقریریں شکستہ حال ہو جاتیں (۱۲) آپؐ انھیں باتوں سے مقابل کو خاموش کرتے، جن کو وہ اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں (۱۱۳) آپ کا استدلال سچی اور صحیح باتوں سے ہی ہوتا تھا (۱۴) گفتگو میں صرف حق بات کی فتح مندی مطلوب ہوتی تھی (۱۵) نہ ہی میدان گفتگو میں آپؐ سے زیادہ لطیف انداز میں اترنے والا کسی کو پایا (۱۶) نہ ہی مراحل گفتگو کو آپؐ سے زیادہ آسانی کے ساتھ عبور کرنے والا دیکھا (۱۷) نہ ہی معانی مراد کے سمجھانے کے لیے آپؐ سے زیادہ صحیح تعبیرات اختیار کرنے والا کسی کو پایا (۱۸) اور نہ ہی مقصد گفتگو کو آپؐ سے زیادہ واضح اور عمدہ انداز میں بیان کرنے والا کسی کو پایا۔ غرض یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خداداد استعداد وصلاحیت اور عربیت وادبیت کے ذریعہ عربی زبان وادب کو تراش خراش کر ہر لحاظ سے عمدہ اور بہتر بنا دیا، اس طرح عربی زبان اپنی رفعت کے اوج کمال پر پہنچ گئی ہر ایک نے اس کی آفاقیت کا اعتراف بھی کیا اور خصوصاً قریش کے معیار ادب کو قیامت تک کے لیے شہنشاہیت کا تاج نصیب ہوا۔

Scanned with CamScanner

خاندانی جھگڑوں کو کیسے حل کریں

محمد سجود العزیز قاسمی

عام طور پر میاں بیوی کے درمیان ہونے والے اختلافات یا تو میاں بیوی کے آپسی تعلق اور ذاتی وجوہات کی بنا پر ہوتے ہیں یا کسی ''تیسرے'' مثلاً ساس، نند، بھاوج اور سوتن کی مداخلت کی وجہ سے ہوتے ہیں، ان دونوں صورتوں پر الگ الگ غور کرنے کی ضرورت ہے، جہاں تک اختلافات کی آپسی اور ذاتی وجوہات کا تعلق ہے، ان کا بنیادی سبب میاں بیوی کی متضاد نفسیات ہوتی ہیں، عام طور پر مرد کی نفسیات یہ ہوتی ہیں کہ میں اس گھر کا ''حاکم اور سربراہ'' ہوں، میرے ساتھ میرے ''ماتحتوں'' کا وہی سلوک ہونا چاہئے جو ایک رعایا کا اپنے سربراہ مملکت اور حاکم کے ساتھ ہوتا ہے، یہ میرا گھر ہے، میں کما کر لاتا ہوں، میں سب کا خیال رکھتا ہوں، اس لئے میرا ادب اور میری تعظیم ہونی چاہئے، اور اُس کی اس ''انا'' میں اس وقت کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے جب اسے کوئی دینی یا دنیوی عہدہ بھی حاصل ہو، اس کے پاس کوئی ایسی ڈگری ہو جس کی وجہ سے لوگ اس کی تعظیم کرتے اور اسے جھک کر سلام کرتے ہوں۔ اس کا دل یہ چاہتا ہے کہ جس طرح سماج میں اس کی ہر بات کو اہمیت دی جاتی ہے، اس کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے، بلکہ لوگ اس کے اشاروں کے منتظر رہتے ہیں، اسی طرح گھر میں بھی ماحول ہو، اس کی ہر عادت اور ضرورت کا خیال رکھا جائے، اس کی منشا کو سمجھا جائے، اسے کسی چیز کے لئے کہنے کی ضرورت نہ پڑے بلکہ بیوی از خود ہر چیز کی فکر کرے، غرض وہ بالکل حاکم اور سربراہ بن جاتا ہے اور اپنے گھر والوں کو خدمت گذاروں کی طرح دیکھنے لگتا ہے۔

دوسری طرف بیوی کی نفسیات ہیں جو بالکل متضاد ہیں، وہ مقام ناز میں ہوتی، اسے اپنے شوہر کی وہ تمام قسمیں اور وعدے یاد ہوتے ہیں جو تنہائی کے لمحات میں اس نے کیے تھے، کہ کس کس طرح میرے محبوب خاوند نے میری ناز برداری کی قسمیں اٹھائی تھیں، خلاصہ یہ کہ شوہر تو اس کے ساتھ خادموں والا برتاؤ کر رہا ہوتا ہے اور وہ شوہر سے ناز برداریاں کرانا چاہتی ہے، ظاہر ہے کہ ان متضاد نفسیاتی کیفیتوں کی کوکھ سے اگر مسائل جنم نہ لیں تو تعجب ہی ہوگا، اکثر یہی ہوتا ہے کہ بیوی اپنی اس مخصوص نفسیاتی کیفیت میں شوہر کی کسی بات کا الٹا جواب دیتی ہے، کسی کام سے انکار کرتی ہے، سستی کاہلی دکھاتی ہے، یا کوئی ایسی بات کہہ جاتی ہے جو اسے نہیں کہنا چاہئے اور شوہر بیوی کے اس ردعمل، اس کے الفاظ اور اس کی حرکت کا اپنے رتبہ، سماجی اسٹیٹس اور سربراہ مملکت والی کیفیت سے موازنہ کرنے لگتا ہے، یقینی بات ہے کہ اس کا لازمی نتیجہ جھگڑا ہی ہوتا ہے، اگر بیوی کی باتوں کو اپنے مرتبے سے ناپ کر گستاخی قرار دینے کے بجائے مقام ناز پر محمول کر لیا جائے، ذرا چشم پوشی کر دی جائے تو بہت سے جھگڑے شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائیں، آیئے ذرا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اس گوشہ پر نگاہ ڈالتے ہیں: ''حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم قریش کے لوگ عورتوں کو دبا کر رکھتے تھے، جب ہم انصار مدینہ سے ملے تو ہم نے دیکھا کہ ان کی عورتیں انہیں دبا کر رکھتی ہیں، پھر ہماری عورتیں بھی انصاری عورتوں کے عادات واطوار سیکھنے لگیں، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے اپنی اہلیہ کو کسی بات پر ڈانٹا تو انہوں نے مجھے الٹا جواب دیا، مجھے بڑا تعجب ہوا کہ یہ مجھے جواب دے رہی ہے، تو میری اہلیہ نے کہا کہ آپ کو میرے جواب دینے پر تعجب ہو رہا ہے؟ بخدا امہات المؤمنینؓ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جواب دیدیتی ہیں، اور بھی کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی زوجہ ناراض ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دن بھر بات نہیں کرتیں، حضرت عمرؓ کہتے ہیں مجھے اس بات سے بڑا ڈر لگا اور میں نے ان سے کہا ان میں سے جس نے ایسا کیا وہ تو ہلاک ہوگئی، کہتے ہیں، میں نے اپنے کپڑے درست کیے اور فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پہونچا اور حضرت حفصہؓ کے حجرہ میں داخل ہو کر ان سے پوچھا کہ اے حفصہ! تم میں سے کوئی دن بھر کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراض بھی ہو جاتا ہے، انہوں نے کہا ہاں! حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے کہا تب تو تم ہلاک و برباد ہو گئیں، کیا تم اس بات سے مطمئن ہو گئیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کی وجہ سے تم پر اللہ کا غضب نازل ہو جائے اور تم ہلاک ہو جاؤ۔'' (صحیح البخاری، رقم-5191)

غور کیجئے! حضرت عمرؓ کا فکر مند ہونا، اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کو سمجھانا، انہیں ہلاکت و بربادی سے ڈرانا یہ سب اپنی جگہ ہے اور بالکل بجا اور ایک باپ کی ذمہ داری ہے، لیکن کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس بات پر ناراضگی کا اظہار فرمایا؟ کبھی یہ کہا کہ تم اس نبی کو جواب دے رہی ہو جس سے معزز اور محترم کوئی ہستی خدا کے بعد اس کائنات میں نہیں ہے؟ نہیں! کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات جانتے تھے کہ ان کی ساری ناراضگی ایک نبی سے نہیں، اس شوہر سے ہے جس پر انہیں ناز ہے اس بات کا کہ اگر ہم ناراض ہوئے تو وہ منا لے گا اور ہماری ناز برداری کرے گا، اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے حالات میں طرز عمل یہ ہوتا تھا کہ غصہ گرمی کرنے کے بجائے کوئی ہلکی پھلکی اور ایسی لطیف بات کہہ دیا کرتے کہ سامنے والے کو بے ساختہ ہنسی آجائے اور ساری ناراضگی ختم ہو جائے، چنانچہ اس حدیث پر غور کیجئے: ''حضرت ابو بکر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت مانگی تبھی ان کو اندر سے اپنی بیٹی عائشہؓ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زور سے بولنے کی آواز سنائی دی، جب وہ اندر آئے تو انہیں تھپڑ مارنے کے لئے آگے بڑھے اور کہا کہ تم اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز بلند کر رہی ہو!؟ راوی کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے بیچ میں آگئے، پھر جب حضرت ابو بکر چلے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہؓ کو مناتے ہوئے یہ کہنے لگے: تم نے دیکھا میں نے کس طرح بیچ میں آکر تم کو ان سے بچالیا۔ راوی کہتے ہیں کہ کچھ وقفہ کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں آنے کی اجازت مانگی اور انہوں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہؓ کو ہنسا رہے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ مجھے اپنی صلح میں بھی شریک کر لیجئے جیسا کہ اپنی لڑائی میں شامل کیا تھا۔'' (مسند احمد، رقم 18394)

دیکھا آپ نے! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس خوبصورت انداز میں معاملہ کو حل کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ دکھا کر نہ اپنے اور سیدہ عائشہؓ کے تعلقات کو خراب کیا اور نہ ہی حضرت ابو بکرؓ اور ان کی بیٹی کے درمیان غصہ گرمی ہونے دی، بہت ممکن تھا کہ جب حضرت ابو بکرؓ اپنی بیٹی کو تنبیہ کر رہے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی ہاں میں ہاں ملاتے اور کہتے کہ نبی کے سامنے اونچی آواز میں بات کرنا کتنا سخت گناہ ہے، اس پر قرآن میں بھی وعید آئی ہے، مگر آپ کی بیٹی مجھ سے اونچی آواز میں بات کرتی ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کچھ بھی نہیں کہا کیونکہ اس وقت معاملہ ایک نبی اور امتی کا نہیں، ایک خیال رکھنے والے شوہر اور ناز بردار شریک حیات کا تھا۔

میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ ایک شوہر کے لئے اپنی بیوی کی بہت سی باتیں یقیناً ناگفتہ بہ اور ناگوار ہو سکتی ہیں، لیکن اس کے جملوں کو نظر انداز کر کے اور اس کے انداز سے چشم پوشی برت کر، اس کی باتوں کے پیچھے چھپی ہوئی محبت اور ناز کو سمجھنا اور اس بات کا خیال رکھنا کہ زیادہ تر بیویاں اپنے شوہروں سے بات کرتے وقت زبان سے وہ بات کہتی ہیں جو دل میں نہیں ہوتی، سمجھداروں اور عقلمندوں کا کام ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ بھی ہمیں اس کا سبق دیتی ہے، ذرا غور کریں کہ واقعہ افک پر، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوشی خوشی اپنی محبوب زوجہ کو خوشخبری دے رہے ہیں کہ مبارک ہو عائشہ! اللہ نے تمہیں غلیظ ترین بہتان سے بری کر دیا اور تمھاری پاکیزگی کی گواہی قرآن میں اتار دی، اور والدین خوشی و مسرت سے کہہ رہے کہ اب سارے گلے شکوے ختم! جاؤ اپنے عزیز از جان شوہر کے پاس اور ان کا شکریہ ادا کرو کہ انہیں کی زوجیت کے طفیل یہ سعادت نصیب ہوئی کہ اللہ کا متبرک کلام قرآن مجید تمھاری بے گنا ہی و پاکیزگی کی گواہی دے، اور سیدہ عائشہؓ ہیں کہ ان کی زبان ناز کہہ رہی ہے: ''بخدا میں اٹھ کر ان کے پاس نہیں جاؤں گی، اور نہ ہی ان کا شکریہ ادا کروں گی، اور نہ آپ دونوں (والدین) کا شکریہ ادا کروں گی، بس میں اس اللہ کا شکریہ ادا کروں گی جس نے میری بے گناہی کا اعلان کیا۔ آپ یہ افواہ سنتے رہے مگر آپ نے اس کا انکار نہیں کیا، اور اس کو ختم کرنے کی کوشش بھی نہیں کی'' (صحیح البخاری، الرقم 4757)

حالانکہ جس عظیم انسان کے بارے میں یہ جملے کہے جا رہے ہیں؛ اس سے زیادہ حساس اور غیرت مند شوہر تاریخ انسانیت میں پیدا نہیں ہوا، جسے اس بارے میں کامل یقین تھا کہ اس کی زوجہ عفیف و پاکدامن ہے اور یہ افواہ سراسر جھوٹ اور بہتان تراشی ہے، اور یہی وجہ تھی کہ بحیثیت شوہر اس نے اپنی طرف سے صفائی بھی پیش کی اور مجمع عام میں کھڑے ہو کر خدا کی حمد وثنا کے بعد یہ الفاظ بڑے دکھ کے ساتھ کہے کہ: ''ایسے شخص کے بارے میں میری کون مدد کرے گا؛ جس کی اذیت اور تکلیف دہی کا سلسلہ اب میری بیوی کے معاملے تک پہونچ چکا ہے اللہ کی قسم اپنی بیوی کے بارے میں خیر کے سوا اور کوئی چیز مجھے معلوم نہیں۔ اور پھر یہ لوگ اس معاملے میں نام بھی اس شخص کا لے رہے ہیں کہ میں اس کے بارے میں بھی سوائے خیر و بھلائی کے کچھ نہیں جانتا، اور وہ تو کبھی ہمارے گھر میں بھی نہیں آتا ہوائے اس کے کہ وہ میرے ساتھ ہو'' (صحیح بخاری، رقم 2661)

لیکن مجبوری یہ تھی کہ فرائض زوجیت کے ساتھ ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کاندھوں پر فرائض نبوت ورسالت بھی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم قاضی منصف بھی تھے، اس لئے تنہا اپنے یقین واعتماد کی بنیاد پر کسی تہمت کا فیصلہ کرنا خواہ وہ اپنی چہیتی بیوی پر ہی کیوں نہ لگی ہو؟ آپ کے بس میں نہیں تھا۔ اس افواہ کے پھیلنے کے بعد ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہؓ کے دل پر کیا گذری اور انہوں نے کس غم واندوہ کا سامنا کیا؛ یہ تو کتب احادیث میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے لیکن قلب اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کس کرب والم سے گذرا؛ اس کا نہ تو کہیں ذکر ہوا اور نہ ہی صاحب معاملہ کے سوا کوئی اس کا اندازہ کر سکتا ہے۔ پورے اعتماد اور کامل یقین کے باوجود صرف اور صرف نبوت ورسالت اور ایک قاضی ومنصف کے فرائض ادا کرتے ہوئے سیدہ عائشہؓ کے قریبی لوگوں، خاندان کے افراد اور ملنے جلنے والوں سے ان کے بارے میں پوچھ تاچھ کرنا اور پھر دل پر پتھر رکھ کر اپنی محبوب زوجہ سے یہ کہنا کہ: ''عائشہ! تمہارے بارے میں یہ یہ باتیں معلوم ہوئی ہیں، اگر تم اس معاملے میں بَری ہو تو اللہ تمھاری برائت ظاہر کر دے گا، اور اگر تم سے غلطی ہوئی ہے تو اللہ سے معافی مانگ لو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے اور اللہ سے معافی مانگ لیتا ہے تو اللہ اسے معاف کر دیتے ہیں۔'' (صحیح بخاری، رقم 2661)

کرب والم کی انتہا ہے۔ اور یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ام المؤمنین کو بھی معلوم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم درد والم کی کس کیفیت سے گذر رہے ہیں، اس کے باوجود ان کا یہ کہنا کہ: آپ یہ افواہ سنتے رہے مگر آپ نے اس کا انکار نہیں کیا، اور اس کو ختم کرنے کی کی کوشش بھی نہیں کی اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاموشی و مسکراہٹ کے ساتھ اسے نظر انداز کر دینا؛ سیرت طیبہ کا وہ پہلو ہے جو سیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مجھے اپنی ناقص تلاش وجستجو میں کوئی ایسی روایت نہیں ملی جس میں سیدہ عائشہؓ کے اس جملے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا تذکرہ ملتا ہو، البتہ حضرت اسودؓ کی روایت میں خود حضرت عائشہؓ کا یہ جملہ یہ ضرور ملتا ہے کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت سے میرا ہاتھ پکڑا تو میں نے چھڑا لیا، اس پر ابا جان حضرت ابو بکرؓ نے مجھے ڈانٹا'' (امداد القاری، سورۃ النور) سچ ہے کہ جذبات واحساسات کا ادراک رکھنے والوں کے لئے اس واقعہ میں بڑی رہنمائی ہیں۔

جھگڑے کی وجہ: تیسرے کی مداخلت: میاں بیوی کے درمیان بہت سی مرتبہ جھگڑا آپسی تعلقات کے بجائے کسی ''تیسرے'' کی مداخلت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ یہ بات معلوم ہے کہ اس رشتہ کی بنیاد اور اساس ہی محبت اور خلوص ووفا ہے، اور محبت کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ شرکت قبول نہیں کرتی، طرفین میں سے ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ میرے محبوب کی ساری عنایتیں اور تمام توجہات صرف میری ذات تک محدود رہیں یا کم از کم یہ کہہ لیجئے کہ جو توجہات اب تک ملتی رہیں وہ کسی اور کی مداخلت کی وجہ سے کم یا تقسیم نہ ہو جائیں، اور یہ غیرت بالکل فطری چیز ہے، اسے معیوب ہرگز نہیں کہا جا سکتا، مگر یہ کہ جب یہ حدود سے تجاوز کرنے لگے، دوسروں کی محبت اور ان کے حقوق میں مداخلت کرنے لگے تو پھر یہی غیرت خود غرضی کی شکل اختیار کر لیتی ہے، یہ بات بالکل واضح اور مسلم ہے کہ انسان اس دنیا میں تنہا نہیں ہے، اس سے اس کے ہیں باپ، بھائی بہن، رشتہ دار عزیز واقارب، ملنے جلنے والے غرض بہت سے لوگ متعلق ہوتے ہیں، ان سب کی محبتوں کا الگ الگ دائرہ ہوتا ہے اور اسی کے حساب سے ان سب کے لئے بہت سے حقوق مختص ہوتے ہیں۔ شادی کے بعد ایک شوہر کے لئے سب سے کٹھن مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی ذات سے کچھ نئے حقوق اور کچھ نئی محبتیں وابستہ ہو جاتی ہیں، اور پھر ان نئی اور پرانی محبتوں کے درمیان ایک کشمکش شروع ہوتی ہے، عام طور پر ساس بہو اور نند وبھاوج کے جھگڑوں کی ابتدا یہیں سے ہوتی ہے، ان میں سے ہر ایک کو لگتا ہے کہ مجھے جو حقوق اور توجہات ملنے چاہئے تھے وہ کسی اور کی وجہ سے کم ہو گئے ہیں، اب تک جو عنایتیں میرے ساتھ تھیں اب وہ تقسیم ہو گئی ہیں، اور پھر اس کشمکش میں لوگ اس قدر خود غرض اور مطلب پرست ہو جاتے ہیں کہ انہیں ایک دوسرے کی حق تلفی سے ہی چین آتا ہے، مثلاً بہت سی مرتبہ ماں کی خواہش ہوتی ہے کہ بیٹا اپنی ساری تنخواہ اور کمائی اس کے ہاتھ میں لا کر دے، بیوی کے ہاتھ میں نہ دے، جبکہ بیوی کی خواہش اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے اور یہیں سے ایک زبردست لڑائی کا آغاز ہوتا ہے کہ گھر ساس چلائے گی یا بہو چلائے گی؟ یا مثلاً اکثر دیکھا گیا کہ بیوی کی یہ چاہت ہوتی ہے کہ شوہر کا سارا فارغ وقت اس کے اور اس کے بچوں کے ساتھ گذرے، ماں باپ کی خدمت اور ان کی دیکھ بھال میں ضائع نہ ہو، جبکہ ماں باپ کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ شادی کے بعد سے لڑکا ہمیں بھول ہی گیا وہ تو بیوی کا غلام ہو کر رہ گیا ہے۔ اور بھی اس طرح کی سیکڑوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں، غرض معاشرے میں کھلی آنکھوں کے ساتھ رہنے والوں کو اس کی تفصیل بتانے کی بالکل ضرورت نہیں ہے کہ لوگ محبت وغیرت کے نام پر کس حد تک خود غرضی اور مطلب پرستی میں مبتلا ہو کر حق تلفی پر اتر آتے ہیں، جس کے نتیجہ میں گھروں کے اندر ایک کشمکش اور تناؤ کی سی کیفیت رہتی ہے، اور پھر یا تو رشتے چھوٹ جاتے ہیں، یا نکاح ٹوٹ جاتے ہیں۔ یہاں یہ موقع نہیں ہے کہ اس بارے میں خواتین کے فرائض اور ذمہ داریوں کا ذکر کیا جائے یقیناً ان کی بھی بہت سی ذمہ داریاں ہیں، لیکن یہاں چونکہ موضوع شوہروں سے متعلق ہے اس لئے مرد حضرات کو خاص طور پر یہ بتانا مقصود ہے کہ ان حالات کو سنبھالنے کے لئے وہ کس سمجھداری سے کام لیں۔

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

محمد اسعداللہ قاسمی

چینی کمپنیوں نے اسرائیل کا نام اپنے نقشے سے ہی مٹا دیا

چین کی کمپنیوں بائیدو اور علی بابا نے اپنے آن لائن ڈیجیٹل نقشوں سے اسرائیل کا نام ہٹادیا، وال اسٹریٹ جرنل کی رپورٹ کے مطابق اسرائیل کا نام ان کمپنیوں کے آن لائن نقشوں پر اب موجود نہیں، رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ بائیدو کے آن لائن نقشے اسرائیل کی تسلیم شدہ سرحدوں کے ساتھ ساتھ فلسطینی علاقوں کی نشاندہی کررہے ہیں؛ لیکن ملک کی شناخت کے طور پر اسرائیل کا نام موجود نہیں، رپورٹ کے مطابق لکسمبرگ جیسے چھوٹے ملک کا نام آن لائن نقشوں پر موجود ہے، چین کی کمپنیوں کی جانب سے اس کی کوئی وضاحت پیش نہیں کی گئی ہے، دوسری طرف میڈیا کے مطابق امریکا کی فنانشل سروسز کمپنی اسٹینڈرڈ اینڈ پوورز ریٹنگ ایجنسی نے اسرائیل کی کریڈٹ ریٹنگ منفی کردی، ایس اینڈ پی کے مطابق لڑائی پھیلی تو اسرائیل کی کریڈٹ ریٹنگ کے ستون ہماری توقعات سے زیادہ متاثر ہوسکتے ہیں، اسٹینڈرڈ اینڈ پوورز کے مطابق موجودہ لڑائی اسرائیلی معیشت پر دوررس منفی نتائج کا سبب بن سکتی ہے، علی بابا اور بیدو نے اسرائیل کا نام کیوں ہٹایا؟ اس سلسلے میں کوئی آفیشیل وضاحت پیش نہیں کی گئی ہے (اردو دنیا نیوز)

ہتھیار چلانے والا ہر مسلمان قبلہ اول کے لیے اٹھ کھڑا ہو: خالد مشعل

اسلامی تحریک مزاحمت (حماس) کے بیرون ملک امور کے رہنما خالد مشعل نے زور دے کر کہا ہے کہ ہتھیار اٹھانے والے ہر شخص کو الاقصیٰ اور ملت اسلامیہ کی نصرت کی ذمہ داری اٹھانی ہوگی، ٹی آرٹی چینل کے ساتھ ایک انٹرویو میں مشعل نے علماء سے مطالبہ کیا کہ وہ فتوے جاری کرکے غزہ میں اسرائیلی جرائم کے حوالے سے حکمرانوں کو ان کی ذمہ داریاں یاد دلائیں، انہوں نے کہا کہ پوری مسلم امہ کے عوام کو غزہ پر جارحیت کی مذمت کے لیے سڑکوں پر آنے کی ضرورت ہے، انہوں نے منگل کی شام جبالیہ کیمپ میں قابض فوج کے گھناؤنے مجرمانہ قتل عام کی مذمت کی، جس کے نتیجے میں 500 نہتے فلسطینی شہری شہید اور زخمی ہوئے، انہوں نے کہا کہ القسام میں ہمارے ہیروز دشمن سے بھرپور انداز میں لڑ رہے ہیں، قابض دشمن کو فوجی شکست ہوئی ہے اور اب وہ بچوں اور عورتوں سے انتقام لے رہے ہیں انہوں نے عالمی برادری اور عرب ممالک پر زور دیا کہ وہ امریکی صدر پر مجرمانہ دہشت گردی کی جنگ روکنے کے لیے دباؤ ڈالیں (نیوز سروس)

غزہ میں جنگی جرائم، بولیویا نے اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات منقطع کر لیے

بولیویا کی وزارت خارجہ نے اعلان کیا ہے کہ حکومت نے اسرائیل پر غزہ کی پٹی پر حملوں میں انسانیت کے خلاف جرائم کا ارتکاب کرنے کا الزام لگاتے ہوئے اس کے ساتھ اپنے سفارتی تعلقات منقطع کرنے کا فیصلہ کیا ہے، بولیویا نے اس سے قبل 2009 میں غزہ کی پٹی پر حملوں کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اسرائیل کے ساتھ اپنے سفارتی تعلقات منقطع کرلیے تھے اور 2020 میں ملک کی صدر جینین انیز کی حکومت نے تعلقات بحال کرلیے تھے، دوسری جانب اسلامی تحریک مزاحمت (حماس) نے اس اقدام کو سراہتے ہوئے ایک بیان میں کہا ہے کہ ہم بولیویا کی حکومت کے جرأت مندانہ موقف کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جس نے غاصب صیہونی ریاست کے ساتھ سفارتی تعلقات منقطع کرنے کا فیصلہ اس کی فاشسٹ جارحیت، جرائم اور غزہ میں ہماری عوام کے خلاف وحشیانہ قتل عام کی روشنی میں کیا، حماس نے اسرائیل کے ساتھ تعلقات معمول پر لانے والے عرب اور مسلمان ممالک پر زور دیا کہ وہ بولیویا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے غزہ میں جنگی جرائم پر بطور احتجاج اسرائیل سے سفارتی تعلقات ختم کریں (ایجنسی)

قطر میں انڈین بحریہ کے آٹھ سابق افسروں کو سزائے موت

قطر میں انڈین بحریہ کے آٹھ سابق افسروں کی سزائے موت نے انڈیا کی کے لیے ایک بڑا چیلنج پیدا کردیا ہے، وزارت خارجہ نے ان لوگوں کو دی گئی سزا پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے، وزارت خارجہ نے کہا ہے کہ حکومت ہند اس فیصلے سے حیران ہے؛ لیکن وہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے تمام قانونی راستے تلاش کرے گی، قطری عدالت کے اس فیصلے کو چیلنج کرنا اور اپنی بحریہ کے سابق ملازمین کو سزائے موت سے بچانا انڈیا کے لیے ایک بڑا سفارتی چیلنج سمجھا جارہا ہے، جن آٹھ افراد کو موت کی سزا سنائی گئی ہے وہ انڈین نیوی کے سابق افسران ہیں، ان میں کمانڈر پورنیندو تیواری، کیپٹن نوتیج سنگھ گل، کیپٹن سوربھ وششٹھ، کیپٹن وریندر کمار ورما، کمانڈر سگنا کر پکالا، کمانڈر سنجیو گپتا، کمانڈر امت ناگپال اور سیلر راگیش شامل ہیں، یہ لوگ ڈیفنس سروسز کمپنی کے لیے کام کر رہے تھے، کمپنی کے لیے کام کرنے والے مذکورہ تمام لوگ انڈین بحریہ سے ریٹائر ہو چکے ہیں، ان افراد کو گذشتہ سال 30 اگست 2022ء کو قطر میں گرفتار کیا گیا تھا، اس وقت سے انھیں قید تنہائی میں رکھا گیا تھا، ان افراد کے خلاف مقدمے کی سماعت رواں سال 29 مارچ کو شروع ہوئی تھی، انھیں طویل عرصے تک جیل میں رکھنے اور موت کی سزا سنانے کی کوئی تفصیل سامنے نہیں آئی ہے، انڈین ایکسپریس کی ایک رپورٹ کے مطابق ان سابق انڈین بحریہ کے افسران کے اہل خانہ کو بھی ان پر عائد الزامات کے بارے میں کوئی معلومات نہیں دی گئی ہیں کہ آخر ان سب کے خلاف کس بنیاد پر مقدمہ شروع کیا گیا تھا (بی بی سی)

داغستان میں تل ابیب سے آنے والے طیارے پر دھاوا، ائیر پورٹ پر بھگدڑ

روسی علاقے داغستان کے شہر مخاچ قلعہ کے ایئرپورٹ پر اس وقت برہم ہجوم نے دھاوا بول دیا جب انھیں یہ اطلاع ملی کہ اسرائیلی شہر تل ابیب سے وہاں ایک پرواز پہنچی ہے، غیر ملکی میڈیا رپورٹس کے مطابق داغستان کے مرکزی ایئرپورٹ پر سیکڑوں لوگوں نے احتجاج کرتے ہوئے دھاوا بولا، غزہ میں جاری جنگ کے اس نازک موقع پر وہاں تل ابیب سے ایک پرواز کی آمد پر لوگ مشتعل ہو گئے تھے، اتوار کے روز ہجوم نے مخاچ قلعہ ایئرپورٹ پر سیکورٹی کو توڑا اور رن وے تک پہنچ گئے، فلسطینی پرچم لیے لوگ اسرائیلیوں کی تلاش کرتے رہے کہ کہیں تل ابیب سے آنے والی پرواز میں کوئی اسرائیلی تو نہیں، دھاوا بولنے کی وجہ سے ایئرپورٹ پر بھگدڑ مچنے اور پولیس کے ساتھ تصادم میں 20 افراد زخمی ہو گئے، حکام نے اس واقعے کی وجہ سے ہوائی اڈے کو بند کردیا اور پروازوں کا رخ موڑ دیا، بعد ازاں ہجوم کو سیکورٹی فورسز نے ہٹادیا، مقامی خبروں میں بتایا گیا ہے کہ مذکورہ طیارے کا تعلق روسی کیریئر ریڈ ونگز سے تھا۔ (ایجنسی)

تعلیم و روزگار

بہار کو ملے ۵۵ مسلم افسران، بی پی ایس سی نے رزلٹ جاری کیا

بہار پبلک سروس کمیشن (بی پی ایس سی) کے امتحان میں کامیاب ۷۹۹ امیدواروں میں ۵۵ مسلم امیدواروں نے بھی کامیابی حاصل کی ہے، ان کا تعلق بہار کے مختلف اضلاع سے ہے، ان میں دو امیدواروں کا تعلق ضلع گیا سے بھی ہے، جنھوں نے بی پی ایس سی امتحان کو کریک کیا ہے، امتحان کے نتائج کے مطابق ۷۹۹ میں کل ۵۵ مسلم امیدواروں نے کامیابی حاصل کی ہے جن میں بہار ایڈمنسٹریٹو سروس میں نغمہ تبسم، ہما عرفان، محمد اسلام، محمد فرید احمد، زیبا عرشی اور شگفتہ پروین نے کامیابی حاصل کی ہے، اگر دیکھا جائے تو اس زمرے ''ایڈمنسٹریٹیو سروس'' میں مجموعی طور پر کل ۱۸۸ امیدواروں نے کامیابی حاصل کی ہے، جن میں ۶ مسلم امیدواروں نے بھی اپنی جگہ بنائی ہے، جب کہ بہار پولیس سروس کے زمرے میں خالد حیات، محمد فیصل جاوید اور عبدالرحمٰن نے کامیابی حاصل کی ہے، بہار پولیس سروس کے زمرے میں کل ۴۰/امیدواروں نے کامیابی حاصل کی ہے، جن میں چار مسلم امیدوار بھی شامل ہیں، بہار پولیس سروس کے زمرے میں خالد حیات ٹاپر ہیں، انہوں نے اس زمرے میں اول مقام حاصل کیا ہے جب کہ بہار پبلک سروس کمیشن کے ۶۷ ویں مینس امتحان کے ٹاپ پانچ میں خالد حیات نے چوتھا مقام حاصل کیا ہے، اسی طرح مختلف زمروں کے تحت اسٹیٹ ٹیکس اسسٹنٹ کمشنر کے زمرے میں محمد شعیب زماں اور سب رجسٹرار کے زمرے میں محمد فیصل نے کامیابی حاصل کی ہے، پروویشن آفیسر کے زمرے میں اسامہ مستقیم نے جگہ بنائی ہے، اسسٹنٹ پلان آفیسر کے زمرے میں عاصم خان اور ذکیہ جاوید نے کامیابی حاصل کی ہے، اس زمرے میں کل ۱۵۵ امیدواروں نے کامیابی حاصل کی ہے، جس میں کل دو مسلم امیدوار بھی شامل ہیں، اس کے علاوہ محمد فیصل علی کا ڈسٹرکٹ آڈٹ آفیسر کے طور پر انتخاب ہوا ہے، اس زمرے میں کل پانچ امیدوار کامیاب ہوئے ہیں، اسسٹنٹ رجسٹرار کوآپریٹیو سروس کے زمرے میں خالدہ ضیاء جگہ بنانے میں کامیاب رہی ہیں، جب کہ لیبر انفورسمنٹ آفیسر کے زمرے میں محمد علی، حامد غفور، نور پروین اور سیما ناز نے کامیابی حاصل کی ہے، رولر ڈیولپمنٹ آفیسر کے زمرے میں فیضان احمد، محسن خان، ثاقب احمد، جاوید اختر، محمد شاہد عالم، محمد صدر الحسن، محمد عاقب مختار، دانش احمد، محمد مصلح الدین، عاطف وقار، اکرم انصاری، اشرف عالم، شرمین ریاض اور بشر نوید نے کامیابی حاصل کی ہے، بی پی ایس سی کے مطابق اس زمرے میں کل ۱۳۳ امیدوار کامیاب ہوئے ہیں، جس میں کل ۱۳/مسلم امیدواروں نے جگہ بنائی ہے، اس کے علاوہ میونسپل ایگزیکیٹیو آفیسر کے زمرے میں عنایت اللہ رافع، محمد کامران، محمد شاہد، محمد شاہنواز رضا، سیماب متین، زوبی حیات اور ارشد امام نے جگہ بنائی ہے، اس زمرے میں کل ۱۱۰/امیدوار کامیاب ہوئے ہیں، جس میں چھ مسلم امیدوار بھی شامل ہیں، ریوینیو آفیسر کے طور پر ۳۵/امیدواروں کو منتخب کیا گیا جس میں نور الحق، آصف اخلاق اور عائشہ الفیہ شامل ہیں، کل تین مسلم امیدواروں نے اس میں جگہ بنائی ہے، جب کہ غلام علی حسین کا سپلائی انسپکٹر کے طور پر انتخاب ہوا ہے، بلاک پنچایتی راج آفیسر کے زمرے میں محمد شباب، ارسلان جاوید اور محمد خالد علم نے جگہ بنائی ہے، ان کے علاوہ سب ڈویژنل ڈی سی ای بی سی ویلفیئر آفیسر کے زمرے میں محمد اسرافیل، اعجاز عالم، محمد ندیم الدین، نازنین مصطفیٰ، فرحین ممتاز اور صنوبر خانم نے کامیابی حاصل کی ہے، جب کہ بلاک اے سی ایس ٹی ویلفیئر آفیسر کے زمرے میں محمد ارشد ندیم، نہار آفرین اور کریمہ فردوس نے کامیابی حاصل کی ہے (نیوز سروس)

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے (سیشن 2023-24) میں پی ایچ ڈی میں داخلے کے لئے نوٹس

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے (سیشن 2023-24) میں پی ایچ ڈی میں داخلے کے لئے آن لائن درخواستیں مطلوب ہیں، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی کے تعلیمی سیشن 2023-24 کے لئے آن لائن درخواستیں www.jmicoe.in پر 01.11.2023 سے 15.11.2023 تک لی جائینگی، داخلہ ٹیسٹ شیڈول سے الگ سے مطلع کیا جائے گا، درخواست دہندگان کو چاہئے کہ اس کے لئے ویب سائٹ ww.jmicoe.in پر اپ ڈیٹس دیکھتے رہیں۔

یوپی ایس سی پریلمس میں 5 بار ہوئیں فیل آخری کوشش میں بنی آئی اے ایس

یوپی ایس سی سول سروسز امتحان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اگر آپ مسلسل محنت کرتے ہیں تو آپ کو کامیابی ضرور ملتی ہے؛ لیکن بہت کم لوگ اس مشکل سفر سے بچ پاتے ہیں، ہریانہ کے امبالا کی رہنے والی آئی اے ایس آفیسر آکرتی سیٹھی ان منتخب لوگوں میں سے ایک ہیں، انہیں پانچ سال کی محنت کے بعد کامیابی ملی، امبالا کینٹ کے پروفیسر کالونی کھوجی پور کی رہنے والی آکرتی سیٹھی نے یوپی ایس سی 2023 میں آل انڈیا 249 رینک حاصل کیا تھا، انہوں نے 12ویں تک بی پی ایس اسکول کینٹ سے تعلیم حاصل کی، انہوں نے 10ویں اور 12ویں میں بھی ٹاپ کیا تھا، اس کے بعد فارکھا خالصہ کالج دہلی سے بی کام اور ایم کام کی ڈگریاں حاصل کیں، بی کام اور ایم کام کرنے کے بعد، آکرتی کو گروگرام کی ایک کمپنی میں 60 ہزار روپے ماہانہ پر نوکری مل گئی؛ لیکن ان کا مقصد آئی اے ایس افسر بننا تھا، اس لیے انہوں نے نوکری چھوڑ دی اور یوپی ایس سی کی تیاری شروع کردی؛ تاہم یوپی ایس سی میں کامیابی حاصل کرنے کا ان کا سفر آسان نہیں تھا، رپورٹس کے مطابق یوپی ایس سی کریک کرنے کے بعد آکرتی نے کہا تھا کہ اس کے والدین کو ہمیشہ یقین تھا کہ وہ زندگی میں کچھ اچھا کرے گی؛ لیکن مجھے امید نہیں تھی کہ میں سول سروسز کے امتحان کی تیاری کروں گی، مجھے ایک رشتہ دار نے کہا تھا کہ اگر میں پڑھائی میں اتنی اچھی ہوں تو مجھے سول سروس جوائن کرلینا چاہیے، یہ بات میرے ذہن میں اٹک گئی، آکرتی بتاتی ہے کہ اس نے اپنی بہن کی شادی کے بعد نوکری چھوڑ دی اور سال 2017 میں یوپی ایس سی سول سروسز امتحان کی تیاری شروع کردی، اس سال اس نے پہلی بار یوپی ایس سی کا امتحان دیا، اس کے بعد 2019 میں دوبارہ کوشش کی، اس بار بھی پچھلی بار کی طرح ہی نتیجہ دہرایا گیا، مسلسل ناکامیوں کے باوجود وہ ہمت نہیں ہاری لیکن متاثر ضرور ہوئی، وہ ذہنی طور پر بھی پریشان تھی، آکرتی کو یوپی ایس سی سول سروسز میں ایک کے بعد ایک ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا، وہ یوپی ایس سی 2022 میں صرف 2 نمبروں سے منتخب نہیں ہوسکی؛ لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری، آکرتی یوپی ایس سی کی پانچ کوششوں میں ناکام رہی، بالآخر، آخری اور چھٹی کوشش میں اس نے 249 کا آل انڈیا رینک حاصل کرکے اپنا خواب پورا کیا۔

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مفتی محمد سہراب ندوی

نکاح کو ہم عبادت سمجھتے ہیں لیکن عبادت کی طرح انجام نہیں دیتے: مولانا محمد شبلی القاسمی

مسجد میں نکاح کرنا چاہیے تاکہ معاشرہ برائیوں سے بچ جائے: قاضی محمد انظار عالم قاسمی

رکن شوریٰ امارت شرعیہ مولانا قاری شعیب احمد صاحب کے پوتا اور پوتی کے تقریب نکاح میں خطاب

نکاح کو ہم سب عبادت سمجھتے ہیں لیکن ایک بڑا طبقہ اس عمل کو سنت و شریعت کیمطابق انجام نہیں دے رہا ہے مذکورہ باتیں امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے گذشتہ دن نوادہ میں حضرت مولانا قاری شعیب احمد صاحب کی پوتی کے نکاح کی تقریب کے موقع پر 22/اکتوبر بروز اتوار بعد نماز مغرب مکہ مسجد انصار نگر میں منعقدہ جلسہ میں فرمایا مولانا نے مزید کہا کہ نکاح ایک مقدس اور پاکیزہ ترین رشتہ کی تکمیل کا ذریعہ ہے، اس مقدس و بابرکت مجلس کو آج ہم اپنے عمل سے غیر شرعی کرتے جارہے ہیں جبکہ ہونا تو یہ چاہیئے کہ اس تقریب کو بابرکت بنانے کیلئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور شریعت پر عمل کریں، اس نہایت آسان تقریب کو ہم نے نہایت دشوار تقریب بنادیا ہے اس کو ہم سب آسان تقریب بنانے کی مہم چلائیں امارت شرعیہ کے قاضی شریعت حضرت مولانا انظار عالم قاسمی نے کہا کہ نکاح اللہ تعالیٰ کی نعمت، انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے، ہمیں چاہیئے کہ اس تقریب میں کوشش کریں کہ شریعت وسنت کی پیروی ہو اور غلط رسم ورواج سے پاک ہو ان شاء اللہ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی ملے گی نائب قاضی شریعت مولانا مفتی وصی احمد قاسمی صاحب نے کہا کہ ہم مبارکباد پیش کرتے ہیں حضرت قاری شعیب احمد صاحب کو کہ انہوں نے اپنی پوتی کے نکاح کی تقریب کو دینی مجلس میں بدل دیا ہے کیا ہی خوشنما منظر ہے اللہ تعالیٰ اس بابرکت تقریب کو مزید بابرکت بنائے، اس دنیا عالم میں سب سے پہلا رشتہ جو وجود میں آیا وہ شوہر اور بیوی کا رشتہ ہے، عام حالات میں مسلمانوں کے لئے نکاح کو سنت مؤکدہ قرار دیا ہے، اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''نکاح میری سنت ہے''، جو شخص اس سنت سے اعراض کرے وہ امت محمدیہ کا فرد نہیں ہوسکتا، ہم آسان اور مسنون نکاح کرنے کی مہم چلائیں تاکہ معاشرے میں مسنون نکاح کا نظام دوبارہ رائج ہو جس سے موجودہ وقت میں ایک بڑا طبقہ دور ہوکر اور مختلف خرافات میں مبتلا ہوکر اللہ اور پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرنے والا عمل کررہے ہیں اس پاکیزہ عمل کو شریعت وسنت کے مطابق انجام دینا چاہیے، امات شرعیہ کے مفتی حضرت مفتی سعید الرحمٰن قاسمی نے فرمایا کہ نکاح انسانی ضرورت ہے اور انسانی ضرورت کی چیز کو اللہ نے آسان بنایا ہے، پانی، ہوا انسانی ضرورت ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے کتنا آسان بنایا ہے، اسی طرح نکاح بھی انسانی ضرورت ہے اس کو بھی آسان بنایا جائے، نکاح کو آسان بنائیں گے تو برائیوں کا کرنا مشکل ہوجائے گا اور اگر خدانخواستہ نکاح کو مشکل بنادیا گیا تو برائیوں کا کرنا آسان ہوجائے گا، اس لئے نکاح کو آسان بنائیے خود بخود بہت سی برائیاں ختم ہوجائیں گی، حضرت قاری شعیب احمد صاحب کنوینز اصلاح معاشرہ مسلم پرسنل لابورڈ ضلع نوادہ نے کہا کہ نکاح کو شریعت نے آسان بنایا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے طریقہ بتایا مسلم پرسنل لابورڈ نے آسان مسنون نکاح مہم چلایا تاکہ امت میں بیداری لائی جائے، ہم سب اس مہم سے جڑ کر امت میں بیداری لائیں، اس موقع پر نائب مفتی مولانا احکام الحق قاسمی، مولانا احمد حسین قاسمی معاون ناظم امارت شرعیہ، قاری مقصود احمد امام جامع مسجد انصار نگر، قاری قدرت اللہ قاسمی گیا، مولانا نظام الدین مظاہری امام جامع مسجد دھنباد، قاری شوکت مظاہری امام مسجد عمر کماپور، مولانا ضیاء الدین مظاہری نائب مہتمم دار العلوم رحمانیہ، مولانا محمد نصیر الدین مظاہری امارت شرعیہ نے دونوں جوڑوں کو مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم سب کو بہت خوشی ہورہی ہے کہ یہ نکاح سنت کے مطابق مسجد میں انجام دیا جارہا ہے؛ کیونکہ نکاح کو مسجد میں انجام دینے کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، ''نکاح کو اعلان کرکے کرو اور اسے مسجد ہی میں انجام دو'' مسجد میں نکاح انجام دینے سے آدمی فضول خرچی اور بہت سارے لغویات وخرافات نیز رسم ورواج سے بچ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نکاح کو سنت کے مطابق ادا کرنے کی توفیق بخشے اور ہمارے ماحول ومعاشرہ کو صالح اور اسلامی معاشرہ بنائے، اس مبارک موقع پر قاری عبد الحفیظ امام مسجد المنار کریم گنج، مولوی عمران، مولانا حسنین، مولانا صابر، مولانا عبداللہ نوادہ، ایس ڈی او نوادہ، ڈی ایس پی نوادہ، ڈی ڈی سی بندیل کھنڈ، تھانہ پربھاری ومولانا ابوطلحہ مظاہری استاذ دار القرآن مدرسہ عظمتیہ نوادہ، ڈاکٹر آفتاب کلیم، ڈاکٹر صبا احمد، ڈاکٹر مسعود، جناب فیروز صاحب ایڈیٹر انچارج فاروقی تنظیم پٹنہ، مولانا منت اللہ استاذ مدرسہ عظمتیہ نوادہ، مولانا ابوالکلام قاسمی انصار نگر، قاری اسلام الحق امام مسجد پانچو، حافظ ولی رحمانی، حافظ انور، الحاج حبیب الرحمٰن، جناب علاؤالدین ہیرا، جناب نبی حسن، حافظ سرفراز عظمتی، جہانگیر عالم ودیگر مصلیان ودانشوران شریک رہے، ان حضرات نے لڑکی کے والد جناب مولوی طارق انور کو مبارکباد بھی پیش کی اور بچوں کی خوشگوار زندگی کے لئے دعا بھی کی۔

امارت شرعیہ ہندوستانی مسلمانوں کے ملی وجود کی روشن علامت: احمد حسین قاسمی مدنی

ضلع بھاگل پور کے برتی مرکز کہلگاؤں و پیر پینتی میں امارت شرعیہ کا اصلاحی و دعوتی دورہ جاری

امارت شرعیہ ہندوستان میں ہمارے ملی وجود کی ایک روشن علامت ہے اور وہ ہمارے ایمان وعقیدے کا حصہ ہے، جس وقت ہندوستان میں کوئی اسلامی تنظیم نہیں تھی اس وقت فقیہ النفس عالم دین حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رح نے آج سے سوسال قبل، کتاب وسنت کی روشنی میں منہاج نبوت وخلافت کو سامنے رکھتے ہوئے امارت شرعیہ کی بنیاد ڈالی، الحمدللہ اس وقت سے لے کر آج تک مختلف میدانوں میں امارت شرعیہ کی سوسالہ خدمات روز روشن کی طرح ظاہر ہیں، ملت اسلامیہ کو جب بھی کوئی دینی وملی اور شرعی رہنمائی کی ضرورت پڑی، امارت شرعیہ کے اکابرین اور امرائے شریعت اس کے لیے پیش پیش رہے، حسب سابق آج بھی امارت شرعیہ ملت اسلامیہ کی خدمات کے لیے دینی رفاہی تعلیمی جہتوں سے اپنا نمایاں کردار ادا کررہی ہے؛ ان خیالات کا اظہار قائد وفد جناب مولانا احمد حسین قاسمی مدنی معاون ناظم امارت شرعیہ نے جامع مسجد کشن داس پور اکڈارا ضلع بھاگلپور میں ایک بڑے اجلاس سے خطاب میں فرمایا، مولانا مجیب الرحمٰن قاسمی معاون قاضی شریعت مرکزی دار القضا امارت شرعیہ نے اپنے بلیغ اور موثر خطاب میں کہا کہ دار القضاء قرآن وحدیث کی عملی تفسیر ہے، آپ نے کہا کہ دار القضا میں کم وقت میں انصاف ملتا ہے، اور دیگر عدالت سے حصول انصاف کے لئے عمر نوح، صبر ایوبی اور قارون کا خزانہ چاہیے، دوسری جانب مولانا محمد سراج الدین مظاہری قاضی شریعت دار القضا امارت شرعیہ گورگاؤں نے رزق حلال کے حصول اور حرام کمائی سے بچنے کی تلقین کی۔ مولانا مفتی محمد نعمت اللہ عباس قاسمی قاضی شریعت دار القضا امارت شرعیہ سنہولا ہاٹ ضلع بھاگلپور نے عورتوں کے حقوق کی ادائیگی اور خواتین کی عظمت پر زور دیا اور کہا کہ عورت کی حیثیت بیٹی کی ہو بھن کی ہو بیوی یا ماں کی ہو ہر حال میں انکے حقوق کی ادائیگی پر جنت کی بشارت ہے، مولانا مزمل حسین قاسمی اور مولانا محمد سرفراز مظاہری مبلغین امارت شرعیہ نے تعلیم کے حصول اور کلمہ کی بنیاد پر اتحاد واتفاق پیدا کرنے کی تلقین کی، باشندگان کشن داس پور اکڈارا نے ارکان وفد کا استقبال نعرہ تکبیر اللہ اکبر اور امارت شرعیہ زندہ باد کے پروقار نعرے سے کیا۔ اس پروگرام کو کامیاب وبامقصد بنانے میں اقبال احمد مجاہد عالم مولانا محمد افروز قاسمی اور مولانا معصوم قاسمی امام وخطیب جامع مسجد کشن داس پور اکڈارا نے اہم کردار ادا کیا، واضح رہے کہ مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی ہدایت پر 28/اکتوبر سے حلقہ کہلگاوں ضلع بھاگلپور میں اصلاحی وفد کا آغاز ہوا اور 4 نومبر تک یہ سلسلہ اس خطے کے مختلف بلاک کی مسلم آبادیوں میں جاری رہے گا، امارت شرعیہ کے دعوتی واصلاح وفد پر اس پورے علاقے میں مسلمانوں کے اندر خوشی کی لہر ہے، امارت شرعیہ کا یہ وفد اپنے تمام تر اجلاس میں اتحاد امت، اصلاح معاشرہ، دینی بنیادی تعلیم، اعلی عصری تعلیم، انسانی حقوق، مذہبی رواداری اور موجودہ وقت میں مسلمانوں کی اہم ذمہ داریاں اور عصر حاضر اور مسلمانوں کی ترجیحات جیسے حساس موضوعات پر بیان کیذریعہ اس علاقے کے مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔ الحمدللہ تمام آبادیوں میں بڑی تعداد میں مسلمان امارت شرعیہ کے وفد کا استقبال کررہے ہیں اور اجلاس میں شرکت فرمارہے ہیں رب کریم اس وفد کے دعوتی اثرات اس پورے علاقے میں ظاہر فرمائے آمین

فیس بک کا انجان دوست

محمد اجمل خان

دوستی ایک مبارک رشتہ ہے لیکن نامحرم کے درمیان حرام ہے۔ اسلام میں عورت اور مرد کے درمیان دوستی نام کا کوئی رشتہ نہیں۔ نامحرم سے دوستی شیطان سے دوستی کی مترادف ہے اور شیطان کی دوستی انسان کو جنت سے دور اور جہنم سے قریب کرتی ہے۔ اسلام دوستی کئے بغیر ہی کسی نامحرم سے معاملات کرنے اور علم وہنر سیکھنے کی اجازت دیتا ہے اور اس کے طور طریقے بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن میں بیان کردیئے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری راہنمائی فرمادی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا (سورۃ الاحزاب-32) ''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیزگار رہنا چاہتی ہو تو (مردوں سے حسبِ ضرورت) بات کرنے میں نرم لہجہ اختیار نہ کرنا کہ جس کے دل میں بیماری ہو وہ کوئی برا خیال کرے بلکہ صاف سیدھی بات کرو''۔

فطری طور پر عورت کی آواز میں دلکشی، نرمی اور نزاکت ہوتی ہے جو مرد کو اپنی طرف مائل کرتی ہے۔ چونکہ ازواج مطہرات تمام امت کی عورتوں کیلئے نمونہ ہیں، اسی لئے مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے قیامت تک آنے والی تمام عورتوں کو سمجھایا اور متنبہ کیا ہے کہ کوئی عورت کسی نامحرم مرد سے غیر ضروری باتیں نہ کرے بلکہ بے لچک صاف سیدھی بات کرے اور وہ بھی پردے کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے۔ جیسا کہ ذیل کی آیت میں صحابہ کرامؓ کو مخاطب کرتے ہوئے قیامت تک آنے والے تمام مردوں کو عورتوں سے معاملات طے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ (سورۃ الاحزاب-32) ''جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو، تمہارے اور ان کے دلوں کے لئے کامل پاکیزگی یہی ہے''۔

عملی زندگی کیلئے دیئے گئے یہ احکام سوشل میڈیا اور فیس بک کی دنیا میں بھی قابل عمل ہے۔ یہاں بھی نامحرم مرد اور عورت کے درمیان ایسی دوستی جس میں غیر ضروری چیٹنگ' ایک دوسرے کی تصاویر یا ویڈیوز دیکھنا اور ان کا تبادلہ کرنا وغیرہ ممنوع اور حرام ہی ہے۔ اس کے باوجود اب ایک باشعور شہری کیلئے فیس بک یا سوشل میڈیا سے دور رہنا ناممکن ہے اور مثبت استعمال جیسے تبلیغ دین اور سماجی فلاح وبہبود وغیرہ کیلئے فیس بک پر زیادہ سے زیادہ فرینڈ زایڈ کرنا ضروری ہے کیونکہ جنہیں ہم ایڈ کرتے ہیں ان تک ہمارا پیغام آسانی سے پہنچ جاتا ہے، لیکن تقویٰ اور دل کی پاکیزگی کیلئے ضروری ہے کہ نامحرم مرد اور عورت فیس بک پر کوئی بھی پوسٹ سے متعلق مزید معلومات یا کوئی سوال جواب کمنٹ کے ذریعہ ہی کیا کریں' کسی بھی صورت اِنبکس یا میسنجر کے ذریعے نہیں کریں کیونکہ اِنبکس یا میسنجر میں چیٹنگ کرنا تنہائی میں گفتگو کرنا ہے۔ اس تنہائی کی چیٹنگ کے دوران شیطان ان دونوں کے درمیان ہوتا ہے اور اکثر ایسی باتیں کروادیتا ہے جو انسان کو کبیرہ گناہ کے طرف لے جاتا ہے۔ (بقیہ صفحہ: ۱۰ ر پر)

Scanned with CamScanner

فلسطین اور شہر قُدس مختلف اَدوار میں

مفتی محمد وسیم غازی

فلسطین" ہمارا وہ عظیم ورثہ ہے، جس کی حفاظت وخدمت کی ذمہ داری ہمیں دی گئی ہے، یہود و نصاریٰ نے جب اس کی حرمت کو پامال کیا اور اس کی پاکیزہ فضاء کو مکدر کردیا اور بار بار تنبیہ کے باوجود باز نہ آئے؛ تو خالقِ کائنات نے انہیں مقامِ اجتبائیت سے معزول فرما کر امتِ محمد یہ کو یہ عظیم منصب سونپا۔لیکن آج عالمِ اسلام ایسے دور سے گزر رہا ہے، جسے دیکھ اور سن کر غیرت مند انسان کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہہ پڑتے ہیں اور زباں پر مرزا غالب کی غزل ہوتی ہے:

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں
دیر نہیں حرم نہیں در نہیں آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہ گزر پہ ہم غیر ہمیں اٹھائے کیوں

فلسطین کے لئے ہر مسلمان کے دل میں بڑی عظمت ہے،قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ کی رو سے یہ مقدس و مبارک سرزمین ہے۔"قدس" اسی کا ایک قدیم ترین شہر ہے، جو مختلف تہذیب وثقافت کا شاہد اور اہم واقعات وسانحات کا گواہ ہے۔صدیوں تعمیر وتخریب کا شکار رہنے کے بعد سنہ 17ھ مطابق 638ء کو خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں یہ شہر فتح ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہر قدس کی چابیاں عیسائی راہب "صفرانیوس" (Sophronus) سے بغیر خون خرابہ کی وصول کیں، وہاں یزید بن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر فرما کر انہیں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے احکامات کا پابند رہنے کی تاکید فرمائی اور سلامہ بن قیصر کو امام مقرر فرمایا،مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہونے کے بعد یہاں ایک نئے دور کا آغاز ہوا، مسلمانوں نے اس کے تقدس کے پیشِ نظر اس کا نام ''بیت المقدس/قدس'' رکھا، تاریخ میں پہلی مرتبہ ایسا ہوا کہ تمام آسمانی ادیان کے ماننے والوں کو بلاتفریق یہاں آنے اور عبادت وزیارت کی اجازت دی گئی، ہر طرف امن وامان کا ماحول نظر آنے لگا۔پھر چار صدیوں بعد زمانہ نے کروٹ لی، سلجوقیوں اور فاطمیوں کی رسہ کشی، مسلم ممالک کی طوائف الملوکی اور انتشار کا فائدہ اٹھاتے ہوئے صلیبیوں اور صہیونیوں نے 493ھ بمطابق 1099ء میں فرانس کے لورین صوبہ کے گورنر "گوڈوری بویان" کی قیادت میں شہر قدس پر قبضہ کرلیا۔اور جو تباہی مچائی، وہ تاریخ کا سیاہ باب ہے۔

صلیبیوں کے قبضہ میں شہر قدس کی بے حرمتی اور وہاں کی فضا کو مکدر ہوتے ہوئے مسلمان دیکھ کر تڑپ رہے تھے، لیکن کوئی ایسا بندہ نہ تھا، جو شہر قدس کے تقدس کو دوبارہ بحال کر سکے، اسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے سلطان نورالدین زنگی کو پیدا فرمایا، انہوں نے امت میں بیداری اور ان کی غیرت وحمیت کو جگایا اور صلیبیوں کے خلاف برسرِ پیکار ہوگئے؛ لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور فتحِ بیت المقدس سے پہلے ہی راہی آخرت ہوئے۔انہوں نے اپنی زندگی میں ہی کئی شخصیتوں کو تیار کردیا تھا،لہذا ان کے مشن کی تکمیل کے لیے ان کی جگہ سلطان صلاح الدین ایوبی رح کمر بستہ ہوئے، انہوں نے اپنی حاضر دماغی، تدبیر وانتظام کی صلاحیت، علماء حق کے مشورے اور جنگی مہارت کی باعث گھٹا ٹوپ اندھیروں میں روشنی کا دیپ جلایا، امت میں فکری، تہذیبی وثقافتی، معاشی وسیاسی اور اخلاقی بیداری پیدا کی، ممالک اسلامیہ کی خانہ جنگیوں کو ختم کیا اور تاریخ کے ایک سنہری دور کا آغاز کیا۔

فاطمی دورِ حکومت میں مصر کے مسلمانوں کی خوابیدہ صلاحیتیں تخریبی کاموں میں لگادی گئی تھیں، سلطان نے نام نہاد فاطمی سلطنت کا تختہ پلٹنے اور مصر کو عباسی حکومت کے تابع کرنے کے بعد فکری اور ثقافتی محاذ پر ایک طویل وعریض معرکہ سر کیا اور اسماعیلیت وباطنیت جیسی خطرناک بیماریوں سے معاشرہ کو پاک کر کے سنیت اور حقیقی اسلام کی جڑیں مضبوط کیں، اس کے لیے انہوں نے اپنے عہد میں چھ ایسے مدارس قائم کیے جو بین الاقوامی یونیورسٹی تھے۔مشہور سیاح ابن جبیر نے ان مدارس میں سے ایک ''ناصریہ'' کے متعلق لکھا ہے کہ ''اس جیسا مدرسہ پورے ملک میں کبھی قائم نہیں ہوا تھا، کسی اور مدرسہ کا رقبہ نہ اتنا بڑا تھا اور نہ عمارتیں اتنی پرشکوہ تھیں، اس مدرسہ میں آنے والوں کو لگتا تھا گویا وہ کسی شہر میں آگئے ہوں''، ان مدارس نے ایسے قابل افراد تیار کیے جنہوں نے عوام وخواص کی دوری کو ختم کر کے لوگوں کا ذہن تعمیری بنایا، عدالتی اور معاشی نظام کو بہتر بنایا، مسلم ممالک میں زبردستی قائم کی گئیں صلیبی وصہیونی کالونیوں کی طاقت کم کرنے اور انہیں قانون کا پابند بنانے کے لیے 568ھ سے لے کر 583ھ تک چار اہم جنگیں لڑیں۔ممالک اسلامیہ میں اتحاد واتفاق اور انتشار کو ختم کرنے کے لیے حکمرانوں کے درمیان معاہدہ کرایا، اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے والے حاکم کو نشانِ عبرت بنادیا۔

ان تمام سیاسی، فکری، اقتصادی اور عسکری مہمات کے ساتھ ساتھ سلطان نے ایک ایسا لشکر تیار کیا، جس کا مقصد صرف اور صرف بیت المقدس کو فتح کرنا تھا، بیت المقدس کی طرف جاتے ہوئے کئی معرکے سر کرنے پڑے، ان ہی میں حطین کے مقام پر 22/ربیع الثانی 538ھ مطابق یکم جولائی 1187ء معرکہ حطین پیش آیا، اس سے نبرد آزما ہونے کے فوراً بعد بیت المقدس/یروشلم کا محاصرہ کرلیا۔بالآخر مبارک سرزمین دوبارہ مسلمانوں کے زیرِ انتظام آگئی، صدیوں تک امن وامان قائم رہا، تمام مذاہب کے ماننے والوں کے لیے دروازے کھلے رہے؛ لیکن صدیوں سال بعد صہیونیوں کی سازشوں، فریب کاریوں اور مسلمانوں کی غفلت کے باعث 1336ھ مطابق 1917ء کو فلسطین برطانوی استعمار کے قبضہ میں چلا گیا، اقوامِ متحدہ کے قیام کے بعد دنیا بھر کے ملحدوں، اسلام دشمنوں اور امریکہ ویورپ کی مدد سے صہیونیوں نے 14 مئی 1948ء نے ریاستِ اسرائیل کے قیام کا اعلان کردیا، اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں سب سے پہلے امریکہ نے 6/بج کر 11 منٹ پر اس کے فوراً بعد روس نے بھی اسرائیل کے وجود کو تسلیم کرلیا، اس طرح سرزمینِ فلسطین کے اندر ہی ایک دوسرا ملک قائم ہوگیا۔لیکن دنیا کے بیشتر ممالک نے اسرائیل کو بحیثیت ملک تسلیم نہیں کیا ہے۔لیکن امریکہ ویورپ کی پشت پناہی اور منافقوں کی مدد سے آج اسرائیل نہ صرف ایک ملک بلکہ دنیا کے نقشہ پر ایک ناسور بن چکا ہے، جس نے وہاں کے اصلی باشندوں کو اجاڑ کر دنیا بھر کے صہیونیوں اور اسلام دشمنوں کو شہریت دے دی ہے۔

پوری دنیا کے امن پسندوں کی ذمہ داری ہے کہ اسرائیل نامی ناسور کو ختم کر فلسطین کے اندر امن وامان کو بحال کرے، فلسطینیوں کو ان کا وطن واپس دلاء۔مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اپنے قبلہ اول کی عظمت دل میں پیدا کرے اور اس کی تاریخ سے خود بھی واقفیت حاصل کرے اور اپنے بچوں کو بھی آگاہ کرے۔

بقیہ فیس بک کا انجان دوست

کتنی ہی لڑکیاں اس تنہائی کی چیٹنگ کی وجہ کر اپنی عزت' آبرو اور بعض اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھی ہیں۔تنہائی کی چیٹنگ 'غیر شرعی' ہے اور تنہائی میں نامحرم کے پاس جانے کے مترادف ہے، جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تنہا (نامحرم) عورت کے پاس جانے سے بچو۔ایک انصاری نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! دیور کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا: دیور تو موت ہے''۔بعض مرد حضرات زنانہ آئی ڈی دیکھتے ہی اسکی ٹائم لائن میں جا کر اس کی پوسٹ اور تصاویر وغیرہ کھنگھالنا شروع کر دیتے ہیں۔اول تو کسی نامحرم خاتون کی تصاویر یا پوسٹ وغیرہ دیکھنا بیمار ذہنیت کی عکاسی ہے اور بغیر اجازت ایسا کرنا کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونا ہے جو کہ اسلامی شریعت میں حرام ہے۔فرمانِ الٰہی ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (سورۃ النور-27) ''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور انہیں سلام نہ کرلو' یہی تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ نصیحت حاصل کرو''۔اور جب ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضر ہوا اور عین دروازے پر کھڑے ہو کر اجازت مانگنے لگا۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا یہ کیا معاملہ ہے؟ اجازت مانگنے کا حکم تو اس لئے ہے کہ نگاہ نہ پڑے۔(ابوداؤد) ایک موقعے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جب نگاہ داخل ہوگئی تو پھر خود داخل ہونے کے لئے اجازت مانگنے کا کیا موقع رہا۔(ابوداؤد) نامحرم (عورت ہو یا مرد) کی ٹائم لائن پر جا کر ان کی' ان کے اہل خانہ اور دوست احباب کی تصاویر دیکھنا آنکھوں کی خیانت اور آنکھوں کا زنا ہے۔اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں کو نگاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے: قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِم (سورۃ النور-۳۰) ''(اے رسول) آپ مؤمن مردوں سے کہہ دیجئے! کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں''۔وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِن (سورۃ النور-۳۱) ''اور (اے رسول) آپ مؤمن عورتوں سے کہہ دیجئے! کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں''۔

آنکھوں کی سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ انکو جھکا کر نہ رکھا جائے اور ان سے نامحرم کو یا نامحرم کی تصاویر کو مختلف زاویے سے دیکھا جائے' چاہے شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت کے۔ہمارے معاشرے میں صرف مردوں کو نگاہ نیچی رکھنے کو کہا جاتا جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں کو الگ الگ حکم دے کر بدنگاہی سے بچنا دونوں پر لازمی اور فرض کردیا ہے، اب جو لوگ (عورت ہو یا مرد) غیر محرم کی ٹائم لائن کی خاک چھانتے ہیں وہ ذرا سوچیں، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر آدمی کو زنا سے کچھ نہ کچھ واسطہ پڑتا ہے، آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا (نامحرم کو) دیکھنا ہے، کانوں کا زنا (حرام) سننا ہے، زبان کا زنا بولنا (یعنی فحش کلامی کرنا) ہے، ہاتھوں کا زنا (حرام کو) پکڑنا ہے، پاؤں کا زنا (حرام کی طرف) چلنا ہے اور دل زنا کی خواہش اور تمنا کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔''۔(مسلم، بحوالہ: حیاء العلوم وابوداؤد ونسائی)

فیس بک پر مردوں کا زنانہ آئی ڈی بنانا اور اسکے مقاصد: (۱) بعض لڑکے/مرد زنانہ آئی ڈی بنا کر اپنے دوستوں اور دوسرے مردوں کو اپنی دام میں پھنسا کر بیوقوف بناتے ہیں۔(۲) بعض لڑکے/مرد زنانہ آئی ڈی بناتے ہیں جس کا مقصد فقط مردوں کی فرینڈ ریکویسٹ اور پوسٹ پر ڈھڑا ڈھڑ لائیک اور کمنٹ حاصل کرنا ہوتا ہے۔(۳) بعض بدقماش مرد زنانہ آئی ڈی بنا کر اور خود کو لڑکی ظاہر کر کے لڑکیوں سے دوستی کرتے ہیں' ان سے ان کی نجی باتیں معلوم کرتے ہیں اور پھر اپنی مردانہ آئی ڈی سے ان راز کی باتوں کے ذریعے انہیں پھانسنے کی یا بلیک میل کرنے کی مذموم حرکت کرتے ہیں۔اکثر یہ ان لڑکیوں کی معلومات اپنے دوستوں سے بھی شیئر کرتے ہیں اور سارے مل کر اس لڑکی کی زندگی میں زہر گھولتے ہیں، اس لئے فیس بک ہمیشہ وارننگ دیتا رہتا ہے کہ آپ جسے عملی زندگی میں جانتے ہیں صرف اسے دوست بنائیں، فیس بک پر لڑکیوں کا مردانہ آئی ڈی بنانا اور اسکے مقاصد: (۱) زیادہ تر لڑکیاں مردانہ آئی ڈی بنا کر اپنی پرائیویسی محفوظ کرتی ہیں لیکن اکثر چیٹنگ یا کمنٹ کرتے ہوئے اپنی بھولپن میں پکڑی جاتی ہیں۔اوپر بیان کر چکا ہوں کہ نامحرم سے چیٹنگ کرنا حرام ہے چاہے کسی بھی آئی ڈی سے کیا جائے۔(۲) بعض لڑکیاں اپنے والدین یا بھائی کے ڈر سے مردانہ آئی ڈی بنا کر فیس بک پر آتی ہیں اور کسی نامحرم سے دوستی کرنے کے بعد اپنی اصلیت ظاہر کر دیتی ہیں جو کہ انہیں بہت مشکل میں ڈال سکتا ہے کیونکہ بدقماش مرد ایسی لڑکیوں کو بہت آسانی سے شکار کر لیتے ہیں۔

فیس بک کا انجان دوست کیسا ہی دیندار اور خداترس بندہ بنا ہوا ہو اور دین کی کتنی ہی اچھی اچھی باتیں پوسٹ کرتا ہو، آپ چاہے مرد ہوں یا عورت کبھی بھی کسی بھی حالت میں اپنی نجی معاملات اس سے شیئر کرنے کی غلطی نہ کریں اور نہ ہی کسی پارک' ہوٹل یا ریسٹورینٹ وغیرہ میں اس سے ملنے کی غلطی کریں کیونکہ اس میں آپ کی عزت' آبرو' مال اور جان جانے کا خطرہ ہے کیونکہ سوشل میڈیا پر بھیڑ کی کھال بھیڑیا کی کمی نہیں۔اللہ تعالیٰ ان بھیڑیا صفت لوگوں سے ہماری خاص کر ہماری بچیوں کی اور عورتوں کی حفاظت فرمائے۔آمین، اللہ تعالیٰ ہمیں ہر گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ہر معاملے میں شریعت کا پابند بنائے۔فیس بک اور سوشل میڈیا کو خالص دین کی تبلیغ کے کام میں استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

Scanned with CamScanner

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں

مولانا محمد اخلاق ندوی

عمل کی ملت بہت بڑی دولت ہے، علی العموم ہم اس کے ساتھ انصاف نہیں کر پاتے ہیں، ہم اس سے اس طرح کھیلتے ہیں، جس طرح بچے کھلونوں سے کھیلتے ہیں، ہم اس کو نہایت بے دردی سے لٹا دیتے ہیں، انسانیت کے رہبر اعظمؐ نے اس عمومی رویہ پر اس طرح تنبیہ فرمائی ہے کہ دو نعمتوں کی ناقدری اکثر لوگ کرتے ہیں، ایک صحت اور دوسری مہلت، رہبر اعظمؐ کی اس تنبیہ پر بار بار غور کیجئے اور دیکھئے کہ آج ہم کو عمل کی مہلت حاصل ہے، نہیں معلوم کب یہ ختم کردی جائے؟ آج ہم کو عمل کی آزادی نصیب ہے، نہیں خبر کہ یہ کب پوری کردی جائے؟ جو لمحہ گذر گیا وہ واپس آنے والا نہیں، جو وقت رخصت ہو گیا وہ ہاتھ آنے والا نہیں، برف کی طرح پگھلنے والی اس دولت کی ناقدری کر کے آخر ہم سے زیادہ نادان کون ہوگا؟

یہ جو عمل کی مہلت ہم کو ملی ہے، اسی میں تو ہمارا امتحان ہے، یوں سمجھئے کہ ہمارے رب نے ہم کو ایک رجسٹر دے کر قلم پکڑا دیا ہے اور کامیابی و ناکامی کا مواد بالکل واضح کردیا ہے، اس قدر واضح کردیا ہے کہ حجت کا کوئی موقع نہیں رہ گیا ہے، اب اس کا انحصار ہماری اپنی مرضی پر ہے کہ ہم اپنا رجسٹر کس مواد سے بھرتے ہیں؟ جس قسم کا مواد ہوگا اسی پر جزا و سزا کا فیصلہ ہوگا، آج جو مواد ہم اس میں درج کریں گے کل وہ اس قدر تفصیل کے ساتھ ہمارے سامنے ہوگا کہ بے ساختہ ہماری زبان سے نکل جائے گا کہ یہ کیسا رجسٹر ہے کہ جس میں ہمارا ہر چھوٹا بڑا عمل پورے حساب کتاب کے ساتھ موجود ہے "مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰيهَا" (سورۃ الکھف: ۴۹)

یہ وہ وقت ہوگا کہ جب ہمارے سامنے عمر بھر کی کمائی موجود ہوگی، ہمارے سامنے ساری زندگی کے اعمال پڑے ہوں گے، آہ یہ ریکارڈ ایسا ہوگا کہ جو ہم نے تیار کیا ہوگا، وہی کسی کمی بیشی کے بغیر ہم موجود پائیں گے "وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا" (سورۃ الکھف: ۴۹)

پھر ہمارے اپنے اسی ریکارڈ کی روشنی میں ہمارا درجہ متعین ہوگا، قرآن آگاہ کرتا ہے کہ جس کے اعمال وزنی ہونگے اس کو شاندار درجہ ملے گا اور جس کے اعمال غیر وزنی ہوں گے، اس کو بدترین (جہنم) درجہ ملے گا "فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ * فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ * وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ * فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ * وَمَا اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ * نَارٌ حَامِيَةٌ" (سورۃ القارعۃ: ۶-۱۱)

قرآن ہوشیار کرتا ہے کہ آج جس حال سے تم گذر رہے ہو اسی آج کے حال کے آئینہ میں تم اپنے کل کے مستقبل کی تصویر دیکھ سکتے ہو، اسی آج میں قربانی دے کر اور بیدار مغزی کا ثبوت دے کر تم کل آخرت میں بلند درجہ حاصل کر سکتے ہو، تم سے پہلے بھی ایک قوم (یہود) کو آج عطا کیا گیا تھا، لیکن اس نے عطا کرنے والے ہی کو فراموش کردیا، نتیجتاً وہ خود فراموشی میں مبتلا ہو گئی، اس کے لئے آج اور کل سب بے معنی ہو گئے اور وہ ناکامی کی علامت بن کر رہ گئی۔

یہ ایسا وقت ہوگا کہ گویائی کی قوت سلب کر لی جائے گی اور اعضاء و جوارح کو گواہ بنا کر کھڑا کردیا جائے گا "اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ" (سورۃ یٰسین: ۶۵)

آج ہمارا حال یہ ہے کہ اس یقینی معاملہ کو ہم نظر انداز کر رہے ہیں، اگر صبح کے دامن کے ساتھ شام بندھی ہوئی ہے تو ہر زندگی کے دامن کے ساتھ موت بھی بندھی ہوئی ہے "كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" موت آتے ہی عمل کی مہلت ختم ہو جائے گی، رجسٹر لے لیا جائے گا اور پھر ہمارے سامنے چیلنج یہ ہوگا کہ اس مہلت کے ساتھ ہمارا کیا رویہ رہا تھا؟ اس کو ہم نے عطا کرنے والے کی امانت سمجھا تھا یا نعوذ باللہ اسے ملکیت باور کر لیا تھا، اگر ہم ملکیت باور کرنے کے مجرم پائے گئے تو ہمارا حشر کیا ہوگا، اس تصور سے جسم کا رویاں رویاں کانپ اٹھتا ہے۔

مسئلہ مہلت عمل کے حوالہ سے رویہ کا ہے، ہمارا رویہ تو کچھ اس طرح کا ہے کہ ہم کو خود نہیں معلوم کہ ہم کہاں کھڑے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں، ہم چلتے چلے جا رہے ہیں، کبھی سوچتے نہیں کہ یہ راستہ منزل تک جا بھی رہا ہے یا نہیں، حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اس سے پہلے کہ تمہارا حساب لیا جائے تم خود اپنا حساب لگا لو، اس سے پہلے کہ تمہارا وزن کیا جائے تم خود اپنا وزن کر لو اور بڑی پیشی کے لئے تیار ہو جاؤ، لیکن ہم غفلت میں پڑے رہتے ہیں، اس غفلت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ دوسروں کی اصلاح و تربیت کا مسئلہ ہمارا درد سر بنا رہتا ہے، لیکن ہم خود اپنی ذات کو فراموش کئے رہتے ہیں، یہ بالکل بجا ہے کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے دوسروں کی اصلاح و تربیت ہمارا فرض ہے، لیکن اس سے پہلے اس احتساب کی ضرورت ہے کہ ہم خود جو عمل کر رہے ہیں، اس کی پشت پر جذبہ کیا ہے اور اس کا رخ کیا ہے؟

بہت ممکن ہے کہ دین و اسلام کا نام لے کر بھی، مسجد و مدرسہ کی خدمت کر کے بھی، نماز و روزہ ادا کر کے بھی، زبان و قلم چلا کر بھی ہم نفس کے حملوں کی زد میں ہوں، اس کے حملے ایسے ہوتے ہیں کہ بادی النظر میں سمجھ میں نہیں آتے، بڑی خوبصورتی سے یہ ہمارے باطن میں اپنا ڈیرہ جما لیتے ہیں اور ہم کو پتا بھی نہیں چل پاتا ہے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب عقل اس کو قرار دیا جو اس کی نگرانی کرتا رہے اور آخرت کی تیاری کرتا رہے اور نادان اس کو قرار دیا جو اس سے غافل ہو کر آرزوؤں کی دنیا میں جینے لگے، آخرت کا شعور جس قدر گہرا ہوگا اسی قدر نفس کے حملوں سے حفاظت ممکن ہوگی۔

ہم ذرا سوچیں کہ ان آنکھوں نے کتنوں کو آتے دیکھا اور کتنوں کو جاتے دیکھا، کتنوں کو بستے دیکھا اور کتنوں کو اجڑتے دیکھا، ہر ایک اپنی مہلت عمل پوری کر کے رخصت ہو گیا، آج ہم ہیں کل ہم بھی مہلت عمل پوری کر کے رخصت ہو جائیں گے۔

جب تک مہلت عمل کے تعلق سے ہمارا رویہ درست نہیں ہوگا، اس وقت تک امت میں کسی انقلاب کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا، اس کے بغیر منظر نامہ وہی ہوگا جو ہماری بدنصیب آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ منبر و محراب بھی ہماری خود غرضی اور نفسانیت کی صلیب پر لٹکے ہوئے ہیں، دین ہمارے لئے قیل و قال بن کر رہ گیا ہے، دل و دماغ اس کی عظمت سے محروم ہیں، آج ہم اپنی اس حرکت کی وجہ سے اس کا راستہ کھوٹا کر رہے ہیں، ایک وقت اس دین پر وہ بھی گزر چکا ہے کہ اس کا پیروکار اس کا چلتا پھرتا نمائندہ ہوتا تھا، لوگ دیکھتے تھے اور نقد دل ہار بیٹھتے تھے، ان کو زندگی نصیب ہو جاتی تھی، اس کو روشنی مل جاتی تھی، وہ اپنی سابقہ فکر ان کے کردار پر بے دریغ لٹا دیتے تھے اور آج ہم اپنی کوئی تبلیغی شناخت نہیں رکھتے۔

آج دنیا سمٹ کر ایک بستی بن گئی ہے، سوال یہ ہے کہ اس بستی میں ہماری شناخت کیا ہے؟ بدقسمتی سے ہماری شناخت دنیا کے سامنے یہ ہے، جذباتیت، منفی ذہنیت، مخاصمت، خیانت، بدنظمی، انتہا پسندی و تخیلی پرستی وغیرہ وغیرہ۔

آپ کہیں گے کہ یہ ڈھول تو میڈیا نے پیٹا ہے، لیکن غور سے دیکھئے کہ کیا اس میں کسی درجہ کی صداقت نہیں ہے؟ عجیب معاملہ ہے کہ ہم اپنی آنکھوں پر پردہ ڈال رہے ہیں، کیا ہماری اس کمزوری نے آج ہم کو اقوام عالم کے درمیان ایک غیر تبلیغی قوم نہیں دیا ہے؟ ہماری اصل حقیقت کو تہہ و بالا نہیں کردیا ہے، ہماری شناخت کو مجروح نہیں کردیا ہے؟

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے، تو شکایت ہوگی

یہ صورت حال یقیناً تبدیلی چاہتی ہے اور بڑے پیمانے پر تبدیلی چاہتی ہے، اس تبدیلی کی ابتداء آخرت میں جوابدہی کے احساس کو ایک زندہ احساس میں بدلنے سے ہوگی، آج ہمارا یہ احساس سن ہو گیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس احساس کو اس طرح پیش کیا تھا کہ صحابہ کرام کا ہر قدم اس احساس سے بوجھل رہتا تھا اور واقعہ یہ ہے کہ اسی احساس نے ان کو ایک زندہ جاوید معجزہ بنا دیا تھا، اسی احساس کا کرشمہ تھا کہ وہ آندھی و طوفان کے مانند سارے عالم پر چھا گئے تھے، ان کے ہاتھوں وہ کارہائے نمایاں انجام پائے تھے، جن کی خالص عقلی و منطقی بنیادوں پر کوئی توجیہ ہی نہیں کی جا سکتی ہے، ان کے ذریعہ وہ صالح انقلاب برپا ہوا، جس کی کوئی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی ہے، ان کے توسط سے وہ متوازن فکر آشکارا ہوئی، جس کی کوئی مثال اس علم و قلم کے عہد میں نظر نہیں آسکتی ہے:

حضرت امام مالکؒ نے فرمایا تھا کہ اس امت کے آخری حصہ کی اصلاح و تبدیلی بھی ان ہی خطوط پر ہوگی جن خطوط پر اس کے پہلے حصے کی ہوئی تھی۔

آپ غور کریں تو آپ کو نظر آئے گا اس امت کے اولین حصہ کے انقلاب میں آخرت میں جوابدہی کے احساس کو مرکزی مقام حاصل تھا، آج ہم اس احساس سے غافل ہو کر اپنے نفس کے زخم خوردہ ہیں، اس کے فریب میں ایسے آئے ہیں کہ ہمارا بیڑہ غرق ہو گیا ہے، اسی فریب کا نتیجہ ہے کہ کل کا حاکم آج عالمی منظر نامہ پر غلامانہ حیثیت کا حامل ہے، کل کا سخی آج کاسہ گدائی لئے نظر آ رہا ہے، کل کا صاحب نظر آج بھول بھلیوں میں بھٹک رہا ہے، کل کا صاحب فکر آج حمال بنا ہوا ہے، آج اس پر وہ تبصرہ مکمل صادق آتا ہے جو قرآن نے یہود پر کیا ہے: "جن کو تورات عطا کی گئی تھی پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا، ان کی مثال ایسی ہے جیسے گدھے کی پشت پر کتابوں کا گٹھر لاد دیا گیا ہو" (سورہ جمعہ)

خدارا اب ہم باز آجائیں...... عمل کی مہلت ختم ہونے سے پہلے باز آجائیں، رجسٹر ہاتھ میں آنے سے پہلے باز آجائیں، توبہ کا دروازہ کھلا ہے، مغفرت کا فرشتہ کھڑا ہے، ہم...... ہم اس خلوص سے توبہ کریں کہ آخر ہمارے رب کو ہم پر پیار آہی جائے، آخر ہمارے رب کو ہم پر رحم آہی جائے اور وہ ہمیں پہلے کی طرح اپنی گود میں پھر اٹھا لے اور ہمیں خاص اور انعام یافتہ بندوں میں شامل فرما لے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس سے گناہ سرزد ہی نہیں ہوا۔

الغرض یہ کہ ہم مہلت عمل کو غنیمت جانتے ہوئے اپنی اصلاح کی طرف توجہ دیں اور یہ اصلاح آخرت میں جوابدہی کے احساس کو ایک زندہ احساس میں بدلے بغیر نہیں ہو سکتی، اس کے لئے قرآن و حدیث اور اسلاف کرامؒ کی زندگیوں کا مطالعہ اپنے معمولات میں شامل کریں، چراغ سے چراغ جلتا ہے، روشنی سے روشنی پھیلتی ہے، ہماری مصیبت یہ ہے کہ اس دو دن کی زندگی میں ہم نے اس قدر تکلفات پال لئے ہیں کہ روشن چراغوں کو دیکھنے کا ہمارے پاس موقع ہی نہیں رہتا ہے، ہماری ذات طرح طرح کے گرد و غبار کی آماجگاہ بنی رہتی ہے، لیکن اس کو صاف کرنے کی ہم زحمت ہی نہیں کرتے ہیں، ہمارے ایمان میں کوئی کیفیت برپا نہیں ہوتی ہے، وہ بہت معمولی فرق کے ساتھ ایک ہی حالت سے گزرتا رہتا ہے، لیکن ہم اس سلسلے میں فکر مند ہی نہیں ہوتے ہیں، ہم اپنی مہلت عمل کو غیر متوازن طریقے سے استعمال کرتے ہیں، یاد رکھیں، جب تک ہماری خود کی اصلاح نہیں ہوتی ہے، اس وقت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ساتھ خواہش کے باوجود صحیح خیر خواہی کا ثبوت دینا قریب قریب ناممکن ہے۔

آیئے! سفر شروع کرتے ہیں، یہ سفر کرتے ہوئے ہم کو مایوسی اور منفی ذہنیت سے مکمل پرہیز کرنا ہوگا، مایوسی ہماری توانائی برباد کردیتی ہے اور منفی ذہنیت ہمیں عمل پر آمادہ نہیں ہونے دیتی ہے، اس ذہنیت کی وجہ سے ہمارے پاس شکوؤں اور شکایتوں کا ایک دفتر تیار ہو جاتا ہے، بس ہم اسی کی ورق گردانی کرتے رہتے ہیں اور اسی عالم میں ایک دن ہمارا ابھی ورق تمام ہو جاتا ہے۔

اس سے پہلے کہ ہمارا ورق تمام ہو، امت سے خیر خواہی کر کے اپنی مہلت عمل کو نتیجہ خیز بنائیں، اللہ کا یہ دین ہمارے پاس امانت ہے، ہم کو جو عمل کی مہلت ملی ہے، اسی میں ہم کو اس دین کی حفاظت بھی کرنی ہے اور اشاعت بھی کرنی ہے، ہم کہیں اس دین کو اپنی ذات تک محدود نہ کرلیں، یہ تو اس دین کے ساتھ خیانت ہوگی، اس دین کا تقاضا ہے کہ ہمارا سفر انفرادی اصلاح سے شروع ہو اور اجتماعی اصلاح پر ختم ہو، افسوس کہ ہماری دین داری بسا اوقات ہماری ذات تک محدود رہ جاتی ہے، حالانکہ والعصر میں کامیابی کا تاج ان کے سر پر رکھا گیا ہے جو انفرادی اصلاح کے ساتھ اجتماعی اصلاح کے لئے سرگرم عمل رہتے ہیں، ہم کہاں کھڑے ہیں، ہم کہاں کھڑے ہیں اور اللہ کی کتاب کہاں کھڑی ہے؟ اللہ ہمارے حال پر رحم کرے کہ دین کو مذاق بنانے میں ہم نے کوئی کسر باقی نہیں رکھی ہے، اللہ ہماری اس جرم عظیم سے حفاظت فرمائے۔

Scanned with CamScanner

جنگ کیا مسئلوں کا حل ہے؟

محمد عباس دھالیوال

ساحرلدھیانوی نے آج سے قریب 70 سال قبل اپنی نظم ''اے شریف انسانوں'' میں کہا تھا کہ

خون اپنا ہو یا پرایا ہو
نسل آدم کا خون ہے آخر
جنگ مشرق میں ہو کہ مغرب میں
امن عالم کا خون ہے آخر

جنگ کی تباہ کاریوں کا جو نقشہ اس نظم میں ساحر نے پیش کیا تھا اس کی جیتی جاگتی تصویر آج ہم لوگ غزہ میں دیکھ سکتے ہیں۔ جہاں اسرائیل کی بمباری سے ہزاروں بلڈنگز مسمار ہو کر ایک طرح سے راکھ کے ڈھیر بن چکی ہیں اور اسی طرح ہزاروں بے گناہ افراد جن میں بچے خواتین و بزرگ شامل ہیں لقمہ اجل بن چکے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں ہی لوگ اپاہج و زخمی ہو چکے ہیں، گزشتہ ہفتے بدھ کے روز امریکہ نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی اس قرارداد کو ویٹو کر دیا ہے جس میں اسرائیل اور حماس کے درمیان تنازعے میں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر دی جانے والی امداد کی ترسیل کے لیے وقفوں کا مطالبہ کیا گیا تھا تا کہ یہ امداد غزہ کی پٹی تک پہنچائی جا سکے، جبکہ اس سے قبل اسرائیل حماس جنگ کے بیچ جنگ بندی کرانے کو لیکر روس نے اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کی میٹنگ بلائی تھی۔ اس قرارداد کے حق میں پانچ ووٹ پڑے تھے جبکہ امریکہ نے اس قرارداد کو یہ کہہ کر نہ منظور کر دیا تھا کہ اس میں روس نے حماس کے حملوں کی مزمت نہیں کی تھی، لیکن بدھ کے روز برازیل نے جو سیکورٹی کونسل میں جنگ بندی کو لیکر قرارداد پیش کی تھی اس کے حق میں 12 ممالک نے ووٹ کیا تھا لیکن امریکہ نے اس کو وٹو کر دیا تھا۔

سیکیورٹی کونسل جس میں پانچ ممبر مستقل ہیں جن میں سے اگر ایک بھی ملک کسی قرارداد کو منظور کرنے کی جگہ وٹو کر دیتا ہے تو وہ قرارداد گر جاتی ہے، دراصل یہ وٹو پاور اقوام متحدہ سیکیورٹی کونسل کے پانچ مستقل رکن ممبران ممالک کے پاس موجود ہے جس کے ذریعے ان پانچ ممالک میں سے کوئی بھی یہ اختیار استعمال کر کے اقوام متحدہ کا کوئی بھی بل، قانون یا کسی بھی قسم کی قرارداد کو رد کر سکتا ہے۔ ان پانچ مستقل ارکان ممالک میں چین، فرانس، مملکت متحدہ، روس اور ریاستہائے متحدہ امریکہ شامل ہیں۔

ادھر مذکورہ ضمن میں اقوام متحدہ کے امدادی امور کے سربراہ مارٹن گریفتھ نے بدھ کو سلامتی کونسل کو بتایا کہ ہمیں فوری طور پر تمام متعلقہ فریقوں کے اتفاق رائے پر مبنی کسی ایسے میکنزم کی ضرورت ہے جس کی مدد سے پورے غزہ میں ہنگامی ضروریات کی اشیا کو باقاعدگی سے پہنچایا جا سکے۔

دریں اثناء برازیل کی طرف سے پیش کیے گئے مسودہ قرارداد پر ووٹنگ کو گزشتہ چند دنوں میں دوبار موخر کیا گیا ہے، جب کہ امریکہ غزہ تک امداد پہنچانے کے لیے ثالثی کی کوشش کر رہا ہے۔ بدھ کے روز بارہ ارکان نے قرارداد کے مسودے کے حق میں ووٹ دیے جب کہ روس اور برطانیہ غیر حاضر رہے۔

ووٹنگ کے بعد اقوام متحدہ میں امریکی سفیر لنڈا تھامس گرین فیلڈ نے 15 رکنی کونسل کو بتایا کہ، ہم سفارت کاری کا دشوار کام کر رہے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ ہمیں اس سفارت کاری کو چلنے دینا چاہئے۔

انہوں نے کہا کہ ''یہ درست ہے کہ یہ قرارداد اہم ہے۔ اور ہاں کونسل کو بات کرنی چاہیے۔ لیکن ہم جو بھی اقدامات کریں وہ زمینی حقائق پر مبنی ہوں اور براہ راست سفارت کاری کی کوششوں کی مدد کریں۔ اس سے زندگیاں بچائی جا سکتی ہیں۔ کونسل کو اسے درست طریقے سے کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔''

امریکی سفیر کے مطابق ''یہ بات بہت اہم ہے کہ غزہ میں خوراک، ادویات، پانی اور ایندھن جلد از جلد پہنچنا شروع ہو جائے۔ حماس کے خود اپنے اقدامات نے انسانوں کی امداد کے اس سنگین بحران کو جنم دیا ہے''

ادھر اقوام متحدہ میں روس کے سفیر ویسیلی نیبنز یا (Vassily Nebenzia) نے کہا، ہم ایک بار پھر اپنے امریکی رفقائے کار کی منافقت اور دوہرے معیار دیکھ رہے ہیں۔ روس کا تیار کردہ ایک قرارداد کا مسودہ پیر کو منظور نہیں ہو سکا جس میں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر جنگ بندی کے لیے کہا گیا تھا۔

روس نے کہا ہے کہ اس نے اب اقوام متحدہ کی 193 رکنی جنرل اسمبلی سے کہا ہے کہ وہ تنازعے پر ایک خصوصی ہنگامی اجلاس منعقد کرے، جنرل اسمبلی کسی بھی قرارداد کے مسودے پر ووٹنگ کا فیصلہ کر سکتی ہے، اور کسی بھی ملک کو ویٹو کا اختیار حاصل نہیں۔ جنرل اسمبلی کی قراردادوں کی پابندی لازمی نہیں ہوتی لیکن ان کا ایک سیاسی وزن ہوتا ہے، جبکہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل ایٹونیو گوٹریس نے بدھ کے روز انسانی ہمدردی کی بنیاد پر فوری جنگ بندی کی اپیل کی تھی تا کہ یرغمال افراد کی رہائی اور غزہ میں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر دی جانے والی امداد پہنچانے کا بندوبست ہو سکے قرارداد کے مسودے میں اسرائیل پر بھی، اس کا نام لیے بغیر زور دیا گیا کہ وہ غزہ میں عام شہریوں اور اقوام متحدہ کے اسٹاف کو فلسطینی محصور شہر کے جنوب میں منتقل ہونے کا اپنا حکم واپس لے اور اس قرارداد میں حماس کے دہشت گرد حملوں کی مذمت کی گئی ہے۔

اسرائیل نے گزشتہ ہفتے غزہ کی لگ بھگ نصف آبادی، گیارہ لاکھ کے قریب شہریوں کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھروں سے جنوب کی طرف منتقل ہو جائیں، یہاں قابل ذکر ہے کہ اسرائیل نے غزہ کی مکمل ناکہ بندی کر رکھی ہے اور اس پر شدید بمباری کی ہے۔ اس نے حماس کی جانب سے اسرائیل پر سات اکتوبر کے اس حملے کے بعد اسے تباہ کرنے کا عزم ظاہر کیا ہے جس میں لوگ ہلاک ہو گئے تھے اور بہت سوں کو یرغمال بنایا گیا تھا۔

مذکورہ جنگ بندی کی قرارداد کو لیکر جس طرح سے بڑی قوتوں کے رہنما اپنی وٹو پاور کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے ٹال مٹول کر جنگ بندی کے کام میں اڑنگیں ڈال رہی ہیں ان کو دیکھتے ساحرلدھیانوی کی مذکورہ نظم میں درج ان کے یہ طنزیہ انداز میں کہے مصرعے یاد آرہے ہیں کہ

اس لئے اے شریف انسانو
جنگ ٹلتی رہے تو بہتر ہے
آپ اور ہم سبھی کے آنگن میں
شمع جلتی رہے تو بہتر ہے

انسانوں کے کرب کا علاج شفاخانہ نبویؐ میں

مولانا محمد اسحاق جلیس ندوی

اس ملک میں مسلمان کم و بیش ایک ہزار سال سے رہتے ہیں، برادران وطن سے بازار، محلے، دفتر اسکول، کالج غرض قدم قدم پر انہیں واسطہ پڑتا ہے، لیکن اس کے باوجود غیر مسلموں کی خاصی تعداد اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار ہے، مسلمانوں سے بعد و نفرت میں وہ اس حد تک مبتلا ہیں کہ ان کے نزدیک مسلمان ایک مشفق وشائستہ، شریف و با اصول انسان نہیں ہو سکتا، اس بعد و نفرت کی آگ میں انگریزوں کی ڈپلومیسی اور ماضی کی سیاسی جدوجہد نے تیل کا کام کیا۔

برادران وطن کی ایک محدود تعداد مسلمانوں سے نفرت نہیں کرتی ہے، تاہم وہ اسلام کی دعوت اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے قطعاً نا آشنا ہے، وہ امت جس کے نبی نے ''بلغوا عني ولو آية ''فرمایا، ''الا فليبلغ الشاهد الغالب '' ارشاد فرمایا، جہنم کی طرف لپکنے والے انسانوں کو کھینچ کھینچ کر ہلاکت سے بچایا، دنیا کے تمام انسانوں کو خدا کا کنبہ قرار دیا، اس ملت نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کو ان کی تعلیمات وارشادات کی اشاعت و تبلیغ کا ذریعہ بنانے کے بجائے اپنے ذوق و نظر کی تسکین کا سامان اور اپنی تفریح کا مشغلہ بنالیا ہے، بیسویں صدی کے دنیا کے انسانوں کے کرب کا علاج اور زخم کا مرہم شفاخانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے مہیا ہو سکتا ہے، لیکن اس نسخہ کیمیا کے امین و وارث انسانی برادری تک اسے پہنچانے میں مجرمانہ غفلت برت کر، ایک طرف تو عالم انسانیت کو فیض نبوت سے محروم کیے ہوئے ہیں تو دوسری طرف خود اپنے ملی وجود کو خطرے میں ڈال رہے ہیں۔

مسلمانوں کی اس غفلت نے اندلس میں ان کی آٹھ سو سالہ شان و شوکت، اقتدار حکمرانی کے باوجود انھیں بے نام و نشان کر دیا، اندلس کی سیکڑوں مسجدیں صدیوں سے اذان کو ترس رہی ہیں، اندلس میں مسلمانوں کے زوال کے بعد وہ عیسائیوں کے ہاتھوں جس ظلم و ستم کا نشانہ بنے، اس کی نظیر و مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی، اندلس میں مسلمانوں کی تباہی، ان کے اقتدار و حکومت کے خاتمے اور ان کے وجود کے ناپید ہو جانے میں مختلف عوامل کام کر رہے تھے لیکن گہری نظر سے تاریخ کا تجزیہ کیجیے تو روز روشن کی طرح یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دور عروج و اقبال میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و تعلیمات کو اپنے برادران وطن تک پہنچانے اور ان کے دل و دماغ کو دین کی دعوت سے متاثر کرنے میں بڑی غفلت برتی، یہی وجہ تھی کہ عیسائیت اپنے ماضی کی تاریخ اور مسلمانوں کی ان پر فتحیابی کا داغ نسل در نسل منتقل کرتی رہی اور ہر آنے والی نسل اسلام کی اعلیٰ روایات، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت سے بے خبر مسلمانوں سے انتقام لینے اور انہیں نیست و نابود کر دینے میں کے جذبہ سے سرشار ہوتی گئی، تاریخ شاہد ہے کہ اندلس کے مسلمانوں پر پھر وہ گذری کہ جس کا وہم و خیال بھی کبھی انہیں اپنے دور عروج میں نہ ہوا ہوگا۔

بقیہ: یادوں کے چراغ.................

اس طرح بعض بعض شعراء کے کلام پر انہوں نے تنقیدی نظر بھی ڈالی ہے، کتاب کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہے، ان دنوں یہ طریقہ رائج بھی ہے اور مقبول بھی، اس کی وجہ سے مؤلف و مرتب، بڑے چھوٹے کی تعین کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو جاتا ہے اور کسی شخص یا اس کے معتقد اور شاگرد کو شکایت کا موقع نہیں ملتا، ایک دوسرا طریقہ مرحومین کے لیے تاریخ وفات اور زندوں کے لیے تاریخ ولادت کی ترتیب ملحوظ رکھنے کا بھی ہے، یہ بھی تنقید سے اس لیے بالاتر ہو جاتا ہے کہ جس کو اللہ نے پہلے بلا لیا یا جس کو اللہ نے دنیا میں پہلے بھیجا، اس میں بندے کا کیا عمل دخل، یہ تو فطری چیز ہے اور خدائی فیصلہ ہے، لیکن جب رفتگاں اور قائماں دونوں شامل کتاب ہوں، تاریخ ولادت کا ملحوظ رکھنا زیادہ اہم ہو جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مرتب نے اس کتاب کی ترتیب جس مقصد سے کی ہے اس میں وہ پورے طور پر کامیاب ہیں، ان کا مقصد ''چمنستان مدھوبنی کے خوش رنگ پھولوں کو چن کر باقاعدہ گلدستہ میں پرونا تھا، سو بفضلہٖ تعالیٰ بڑی حد تک پورا ہوا'' (١٨) میں اس اہم کتاب کی ترتیب پر شائق یکھوی کو مبارکباد دیتا ہوں اور توقع کرتا ہوں کہ تحقیق کا یہ عمل وہ جاری رکھیں گے، علمی دنیا اس کے لیے ان کی شکر گذار رہے گی، صحت و عافیت کے ساتھ درازی عمر نیز تحقیق اور تنقید، شعر و ادب کے میدان میں آگے بڑھتے رہنے کی دعا پر اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

Scanned with CamScanner

مسلمان مسائل سے دوچار کیوں؟

مولانا اسرار الحق قاسمیؒ

اس وقت یوں تو ہر قوم اور ہر طبقہ بے پناہ مسائل میں گھرا ہوا ہے لیکن ملت اسلامیہ دیگر اقوام وملل کے مقابلے میں زیادہ مسائل میں گھری ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ مسلمان صرف کسی ایک ملک میں مسائل سے دوچار نہیں ہیں بلکہ تقریبا تمام ملکوں میں وہ مسائل کے شکار ہیں۔ جب کہ مسلمانوں کو دیگر تمام اقوام وملل کے مقابلے میں مسائل میں کم گرفتار ہونا چاہئے تھا کیونکہ وہ جس دین کے ماننے والے ہیں، وہ مسائل سے نجات پانے کے لئے بہترین اور جامع تعلیمات پیش کرتا ہے۔ اسلام زندگی کے ہر شعبے میں اپنے ماننے والوں کی بہترین رہنمائی کرتا ہے، وہ ایسے اصول بتاتا ہے جس پر چل کر انسان کی کامیابی دونوں جہاں میں یقینی ہے۔ مگر اس کے باوجود ہمیں نظر آتا ہے کہ دنیا میں مسلمان پریشانی سے دوچار ہیں، ذلت ورسوائی کا سامنا کر رہے ہیں۔ دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اسلام کے ماننے والے تو ہیں لیکن اسلامی تعلیمات پر بہت سے مسلمانوں کا عمل نہیں ہے۔ ظاہری بات ہے کہ جب وہ اسلام کی تعلیمات پر عمل نہیں کریں گے تو زندگی کے مختلف شعبوں میں انہیں کامیابی کیسے ملے گی؟ یہی وہ راز ہے جس کے سبب مسلمان پریشانی سے دوچار ہیں، مسائل میں گھرے ہوئے ہیں، زوال پذیر ہیں۔

عام طور سے ایسا نظر آرہا ہے کہ جس طرح دیگر طبقات واقوام زندگی گزار رہے ہیں، اسی طرح مسلمان بھی زندگی گزار رہے ہیں، مثال کے طور پر دور حاضر میں مادی ترقی کو ترقی سمجھا جارہا ہے تو مسلمان بھی مادیت کے حصول کو ترقی خیال کررہے ہیں، اس لئے سارا زور اپنی معاشیات کے استحکام میں لگائے ہوئے ہیں۔ معاشیات پر ساری توجہ دینے کی وجہ سے زندگی غیر متوازن ہوکر رہ گئی ہے، زندگی کے دوسرے شعبے جیسے اخلاق، معاشرت، تہذیب، تعلیم، دین ومذہب، اقدار سے یا تو آج کے انسان کا رشتہ بالکل کمزور سا ہوگیا ہے یا پھر برائے نام رہ گیا ہے۔ دراصل معاشیات کو زندگی کا مطمح نظر سمجھ لینے کے باعث آج کے انسان کا سارا جھکاؤ مادیت کی طرف ہوگیا اور اس کی توجہ زندگی کے دیگر شعبوں وتقاضوں سے ہٹ گئی۔

یہ افسوسناک بات ہے کہ دولت کمانے کے لیے جائز وناجائز طریقوں کے درمیان کوئی فرق ہی محسوس نہیں کیا جارہا ہے، نہ سودی لین دین کا خیال کیا جارہا ہے، نہ جھوٹ بولنے سے پرہیز کیا جارہا ہے، نہ عہد ووعدہ کا پاس کیا جارہا ہے، بس آج کل تو دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ جیسے بھی ہو، لوگ پیسہ کمانا شروع کردیتے ہیں۔ اس صورت حال نے انسان کو انسانی تقاضوں کے احساس سے محروم کردیا۔ یہاں تک کہ انسانی زندگی کے وہ شعبے جن کا تعلق خالص خدمت خلق سے تھا، ان کو بھی دولت کمانے کا ذریعہ بنالیا گیا۔ مثلاً تعلیم جو انسانی زندگی کے لیے ناگزیر ہے اور جس کے ذریعہ نہ صرف انسان کو زندگی گزارنے کی روشنی حاصل ہوتی ہے، بلکہ اس کے واسطے سے انسان کی خفیہ صلاحیتوں کو بھی جلا ملتی ہے، اُسے بھی ایک صنعت بنالیا گیا۔ چنانچہ آج تعلیم کے ذریعہ موٹی موٹی رقمیں کمائی جارہی ہیں۔ جب کہ چند صدیوں قبل تعلیم برائے تجارت نہ تھی بلکہ برائے خدمت تھی، جو لوگ تعلیم حاصل کرتے وہ اپنے اوپر انسانی خدمت کو ضروری سمجھتے، وہ علوم کے پہاڑ جو بچوں کو تعلیم دیتے یہاں تک کہ انہیں مختلف علوم وفنون کا ماہر بنادیتے، انہیں ریاضی میں کمال درجہ تک پہنچادیتے، انہیں ماہر نفسیات بنادیتے، انہیں وقت کا عظیم مفکر، مدبر اور مجتہد بنادیتے اور یہ سب کچھ وہ بغیر فیس وصول کیے کرتے۔ اس طرح تعلیم دینے کا نتیجہ یہ سامنے آتا کہ فارغ التحصیل طلباء جب مختلف موضوعات کے ماہر بن کر میدان عمل میں جاتے تو وہ بھی اسی خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار ہوکر کام کرتے اور اپنی پوری زندگی اسی کے لیے وقف کردیتے تھے، دولت کے حصول کا خیال بھی ان کے ذہن میں نہ آتا تھا۔ لیکن آج وہ طلباء جو موٹی رقمیں خرچ کرکے ریاضی، سائنس، ٹکنالوجی، تاریخ، نفسیات وغیرہ کی تعلیم حاصل کررہے ہیں، وہ تعلیم مکمل ہونے کے بعد بڑے پیمانہ پر ان کے ذریعہ دولت کمانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہی حال دور جدید میں طب کا بھی ہوا ہے کہ طب کے پیشہ کو پورے طور پر معاش کمانے کا ذریعہ بنالیا گیا۔ وہ طلباء جو امراض کی تربیت حاصل کرنے کے لیے کالجوں و یونیورسٹیوں کا رخ کرتے ہیں، ان کے اذہان میں پہلے سے ہی یہ بات ہوتی ہے کہ وہ ڈاکٹر بننے کے بعد اپنا کلینک بنائیں گے، جہاں خوب پیسہ کمائیں گے، چونکہ ان کی یا ان کے والدین کی نگاہوں میں ڈاکٹری محض ایک معاشی پیشہ ہے اس لیے وہ اس تعلیم پر موٹی رقمیں بھی خرچ کرتے ہیں۔ ایم بی بی ایس یا ایم ڈی وغیرہ میں داخلوں کے لیے طلباء بے چین وبے قرار نظر آتے ہیں اور ایک اشارے پر لاکھوں روپے خرچ کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ معاش تک اس کو محدود کرنے ہی کا نتیجہ ہے کہ بیشتر ڈاکٹروں کو مریضوں سے انسانی ہمدردی نظر نہیں آتی، بس ان کی نظر تو مریض کی جیب پر ہوتی ہے۔ چنانچہ پرائیویٹ اسپتالوں یا کلینکوں میں مریض کے پہنچنے کے ساتھ ہی مختلف قسم کی فیسیں اور چارجز بتادیئے جاتے ہیں، اگر مریض اتنے روپے خرچ کرنے کی استطاعت رکھتا ہے تو اس کا علاج کیا جاتا ہے ورنہ اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا جاتا، چاہے وہ موت وحیات کی کشمکش میں ہی کیوں نہ مبتلا ہو۔ اس حد تک ڈاکٹروں کے مادیت پسند ہونے اور خدمت خلق کے جذبے سے محروم ہونے کی وجہ سے گردوں اور دیگر اعضائے انسانی کی چوری کی وارداتیں بھی وقتاً فوقتاً سامنے آتی رہتی ہیں۔ اگرچہ بعض اچھے مخلص ڈاکٹروں کی موجودگی سے انکار نہیں کیا جاسکتا تاہم ان کی تعداد ایک فیصد بھی نہیں ہے۔

ایسے حالات میں ملت اسلامیہ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنا فریضہ ادا کرتے ہوئے تباہ ہوتی ہوئی انسانیت کو بچانے میں اہم کردار ادا کرے، ملت اسلامیہ کے افراد کو انسانیت کی فلاح وبہبود کے لئے موثر وعملی قدم اٹھا کر انسانیت کا بہترین نمونہ پیش کرنا چاہئے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی کو صرف معاشیات تک محدود نہ رکھیں بلکہ ان کی زندگی روحانیت اور زندگی کے دیگر شعبوں کو بھی اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہو معاش سے صرف ان کا تعلق ضروریات کی حد تک ہو، جب بھی وہ کسب معاش کے لیے نکلیں تو وہ حلال وحرام کے فرق کو ملحوظ رکھیں، یہی ان کا دین سکھاتا ہے، اپنی تجارت کے درمیان ایفائے عہد پر قائم رہیں، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سچا امانت دار تاجر، قیامت کے دن صدیقین اور شہدا کے ساتھ اٹھایا جائے گا'' (ترندی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر عمل کرنے کے بعد مسلمانوں کا کاروبار بدعنوانی اور جرائم سے پاک ہوگا اور ان کی کمائی میں حرام کا شائبہ تک نہ ہوگا جس کا پورا اجر انہیں قیامت کے دن تو ملے گا ہی لیکن دنیا میں بھی انہیں اس کے بہترین نتائج نظر آئیں گے، ان کا معاشرہ بہترین اوصاف کا حامل ہوگا اور ان کے ذریعہ انسانی تقاضوں کی تکمیل بھی ہوگی۔ معاشیات کو ایک حد تک محدود رکھنے کے بعد مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے معبود حقیقی کی عبادت اور اس کی حمد وتسبیح بیان کرنے میں لگ جائیں اور جس مقصد کے لیے انہیں دنیا میں بھیجا گیا ہے، اس کی تکمیل پر اپنی خصوصی توجہ مبذول کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور آپ کی احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی زندگی صرف تجارت تک محدود نہیں ہے، بلکہ اللہ کی عبادت اور اس کی حمد وتسبیح بیان کرنا بھی انسانی زندگی کے لیے ناگزیر ہے۔ خالق کی عبادت، بہترین معاملات، اعلی اخلاق، انسانی تہذیب واقدار جیسے شعبوں کا لحاظ کرکے اگر ملت اسلامیہ کے افراد پر اپنی زندگی گزاریں تو ان کی زندگی نہ صرف ان کے لیے بہترین ہوگی بلکہ دیگر اقوام بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گی اور اپنے مسائل سے خلاصی پانے کے لیے انہیں بھی مسلمانوں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ مسلمان خوش قسمت ہیں کہ ان کے پاس وہ دین ہے جو ہر موڑ پر ان کی مکمل رہنمائی کرتا ہے، اسلام کی روشنی سے دیگر اقوام ناآشنا ہیں۔ وہ دین پر چل کر اپنے مسائل سے نجات پاسکتے ہیں۔

ملک میں مسلمانوں کی ذمہ داری

مولانا بلال عبد الحئ حسنی ندوی

اس ملک میں جہاں اکثریت غیروں کی ہے، جہاں ان کے ذہنوں میں طرح طرح کے سوالات پیدا کیے جارہے ہیں، ان کو زہر آلود کرنے کی سازشیں بھی رچی جارہی ہیں، مسلمانوں کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے، مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہونے کے باوجود مسلمانوں کے اندر اس کا احساس نہیں، مستقبل کی ان کو کوئی فکر نہیں، وہ مستقبل جس کا تعلق ملک سے بھی ہے اور مسلمانوں سے بھی، مسلمانوں کو اس ملک سے الگ نہیں کیا جاسکتا، وہ اس ملک کے لیے اخلاق وکردار کی مشعل کی طرح ہیں، اگر یہ مشعل نہ رہے تو ملک خطرہ میں ہے، افسوس ہے اس اکثریت پر بھی جس کو اس کا ذرا بھی خیال نہیں کہ مسلمان اسی ملک کا حصہ ہیں، اور ان کی کمزوری سے ملک کمزور ہوگا، غفلت دونوں طرف سے ہے مگر مسلمان ایک صاحب پیغام قوم ہیں، ان کے اوپر جو ذمہ داری ہے وہ بہت بڑی ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے ہی اس ملک کو متحدہ ملک بنایا، یہاں کے باشندوں کو جینے کا قرینہ سکھایا، اور ملک کو بہت کچھ دیا، اب پھر یہ ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اس ڈوبتی کشتی کو پار لگانے کی کوشش کریں، لیکن اس کے لیے مسلمانوں کو اپنی افادیت ثابت کرنی پڑے گی، اور یہ بتانا پڑے گا کہ ان کا وجود اس ملک کے لیے کتنا ضروری ہے، انہوں نے اس ملک کو کیا دیا اور اب بھی وہ دینے کی پوزیشن میں ہیں، ان کا کام لینا نہیں ہے، وہ اس ملک میں دینے کے لیے آئے تھے۔

ملک کی موجودہ صورت حال صرف مسلمانوں کے لیے نہیں، پورے ملک کے لیے خطرناک ہوتی جارہی ہے، کسی ملک کا دو خانوں میں تقسیم ہو جانا چاہے وہ زمینی تقسیم نہ ہو، بڑا خطرناک ہے، اس کے نتیجہ میں انتشار کی وہ فضا بن جاتی ہے کہ پھر سنجیدہ اور ترقی کے ٹھوس اور مفید کام دشوار ہو جاتے ہیں، اور وہ ملک زوال کے راستہ پر پڑ جاتا ہے۔

اکثریت کے ذہنوں کو ایک طبقہ کی طرف سے جس طرح زہر آلود کیا جارہا ہے اور گڑھ گڑھ کر فرضی باتیں ان کے دماغوں میں بٹھائی جارہی ہیں اور خاص طور پر نصاب تعلیم کے ذریعہ نفرتوں کے جو بیج بوئے جارہے ہیں اس سے نئی نسل کے اندر خاص شدت پسندی اور فرقہ واریت پیدا ہوتی چلی جارہی ہے، جو طبقہ یہ کام کررہا ہے اس کے پیش نظر نہ ملک ہے اور نہ ملک کی ترقی ہے، وہ صرف اپنی روٹیاں سینکنے میں لگا ہے، مگر افسوس ان سمجھدار لوگوں پر ہے جو کبھی کبھی بے شعوری میں ان کا شکار بن جاتے ہیں اور ملک کو نقصان پہنچادیتے ہیں۔

اس وقت مسلمانوں کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اکثریت کے ذہنوں کو صاف کرنے کی کوشش کریں، اس کے لیے جو ممکن ہو وہ طریقے اختیار کیے جائیں اور عملی طور پر بھی اس کی ایسی شکلیں اختیار کی جائیں جن کو دیکھ کر غلط فہمیاں دور ہوں، اور اسلام کی صحیح تصویر لوگوں کے سامنے آسکے۔

اس وقت میڈیا نے جو یہودیوں کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے، مسلمانوں کو نشانہ بنا رکھا ہے، فرضی چیزیں بنا بنا کر دکھائی جاتی ہیں، اور ان کو دیکھ کر یہاں کے لوگوں کے ذہنوں میں طرح طرح کے سوالات پیدا ہوتے ہیں، مسلمانوں کو اس کے مقابلہ کے لیے صحیح تصویر پیش کرنی ہوگی، اور اس طاقت کے ساتھ اس کو سامنے لانا ہوگا جو طاقت ووسائل اس وقت مسلمانوں کے خلاف استعمال کیے جارہے ہیں، اس کے لیے بڑی پلاننگ کی ضرورت ہے، بہت غور وخوض کی ضرورت ہے، اور اکثریت کے ان لوگوں کو ساتھ لے کر کام کرنے کی ضرورت ہے، جو صاف اور کھلا ہوا ذہن رکھتے ہیں، اور ٹھنڈے دل سوچتے ہیں، جن کے دلوں میں ملک کی سچی محبت ہے، اور ملک کو دنیا کے نقشہ میں ممتاز مقام پر دیکھنا چاہتے ہیں، جو اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں سچائی کے ساتھ پڑھتے ہیں، اور سوچتے ہیں اور غلط فہمیوں کا شکار نہیں ہوتے، ایسے لوگوں کو ساتھ لے کر پورے ملک میں ایک نئی فضا قائم کرنے کی شدید ضرورت ہے، جو فضا امن وامان کی ہو سکون واطمینان کی ہو، اور جس میں ملک کی ترقی کے لیے ٹھوس اور مثبت کام آسانی کے ساتھ سوچ سکیں اور کیے جاسکیں۔

Scanned with CamScanner

گفتگو کا فن

محمد علی چراغ

دوسروں کی پسندیدگی کے لئے ایک سب سے یقینی امر یہ بھی ہے کہ آپ ایک اچھے سامع ہیں۔یعنی آپ دوسروں کی باتوں اور خیالات کو نہایت توجہ اور انہماک کے ساتھ سنتے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ لوگوں کی باتوں کو اگر آپ دلچسپی اور پورے انہماک سے سنیں گے تو وہ آپ کو اپنا بہترین ہمدرد اور رازداں تصور کریں گے۔اس لئے ایک اچھا سامع ہونا روزمرہ کی زندگی میں ایک بہتر نعمت کا درجہ رکھتا ہے۔

جس طرح ایک اچھا سامع ہونا ضروری ہے اسی طرح ایک اچھا مقرر یا بولنے والا ہونا بھی ضروری ہے لیکن یہ یاد رہے کہ آپ کی باتوں میں اور آپ کے کلام میں با قاعدہ آپ کی شخصیت کا بھرور پرتو ہونا چاہیے۔بالفاظ دیگر آپ کے الفاظ اور جملوں میں ایک خلوص اور ہمدردی ہونی چاہیے۔فقط خالی خولی نہ ہونے چاہئیں۔اس کے ساتھ ہی فن گفتگو میں لازم ہے کہ کسی بھی طرح کی گفتگو یا موضوع کو صرف اپنے تک ہی محدود نہ رکھا جائے بلکہ اس کا دائرہ دیگر سننے والوں تک بھی بڑھا دیا جائے۔بات چیت میں موجود لوگوں کے حوالے بھی دیئے جاسکتے ہیں۔اور دوسروں کی اچھی باتوں اور احسن تجاویز کو با قاعدہ تحسین وستائش بھی دینی چاہیے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دوست آپس میں زندگی کے تمام معاملات میں ہم خیال ہی ہوتے ہیں اس لئے تمام دوستوں کی رائے ایک ہی ہوتی ہے۔حالانکہ یہ ایک جذباتی مسئلہ ہے تمام دوست تمام مسائل میں ہم خیال نہیں ہوتے اور نہ وہ ایک دوست کی ہر بات کو تسلیم ہی کرتے رہتے ہیں۔اس لئے ضروری ہے کہ دوسروں پر اپنی رائے یا خیال ٹھونسنے سے پرہیز کیا جائے اور ان کی رائے کا بھرپور طور پر احترام کیا جائے۔

دوران گفتگو دوسروں کے جذبات واحساسات اور ان کی دلچسپیوں کا دھیان رکھا جائے۔اسی طرح دوسروں کے ردعمل کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔دوستوں میں از راہِ مروت بھی باتوں کا اظہار نہیں کیا جاتا لیکن صرف ان کے تعاملات سے ان کے ردعمل کا پتہ چلتا ہے اگر ہم دوران، گفتگو لوگوں کے ردعمل کا جائزہ نہیں لیتے رہیں گے اور اپنی ہی کہتے رہیں گے تو بات نہیں بنے گی، آج کے عہد میں جس طرح مصنفین اور ادیب ایک مختصر کہانی میں تھوڑے تھوڑے اور منتخب الفاظ میں زیادہ سے زیادہ تاثرات پیدا کر لیتے، اسی طرح ہمیں اپنی گفتگو میں بھی احتیاط سے کام لینا چاہیے۔اسی طرح اگر آج کے عہد کا ایڈیٹر لوگوں کی لمبی چوڑی اور لفاظی سے بھرپور نگارشات چھاپ رہا ہے تو لوگ انہیں پڑھیں ہی نہیں، گفتگو کے دوران میں ہمیں لمبی چوڑی کہانیوں اور داستانوں سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہیے اور اسی طرح الجھا دینے والی بے جا تفاصیل سے بھی پرہیز ہی بہتر ہے۔

بعض لوگوں کو یہ بھی ایک خبط اور چسکا ہوتا ہے کہ وہ ہمہ وقت خود ہی بول کر اپنی ہی آواز سننے کو پسند کرتے ہیں۔یاد رہے ایسے لوگوں کو دیکھتے ہی لوگ اپنی اپنی راہ لینے لگتے ہیں۔

گفتگو میں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ آپ کا جو تخاطب ہے کہیں وہ بہت زیادہ مصروف تو نہیں ہے، وہ کسی ضروری کام سے جا تو نہیں رہا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ باتیں جو آپ کر رہے ہیں۔ان کا آپ کے مخاطب سے کیا تعلق ہے۔اس لئے جب دوسرے شخص کو جلدی ہو یا وہ کسی ضروری کام کی بجا آوری کے لئے جارہا ہو، تو مختصر الفاظ میں مدعا بیان کیا جائے نہ کہ لمبی کہانیاں چھیڑ کر وقت ضائع کیا جائے۔

ایک اچھا سننے والا بنئے: آداب گفتگو کا نصف حصہ ایک اچھا سننے دوسروں کی توجہ کا مرکز بن سکتا ہے کیونکہ گفتگو نہ تو کوئی لیکچر ہے اور نہ کسی ایک ہی شخص کا مکالمہ یا خود کلامی ہے''گفتگو'' میں تو بولنا اور سننا دونوں شامل کلامی ہیں۔گفتگو اصل میں ایک طرح کا مباحثہ ہے کہ جس میں ہر شخص کچھ نہ کچھ بولتا اور سنتا ہے اور دو آدمیوں کے درمیان یہ با قاعدہ سننے اور بولنے کا عمل ہے، زندگی میں ہم کئی ایسی شخصیات سے ملتے ہیں کہ جو عام گفتگو نہیں کرتے، بلکہ ان کی بات چیت کے مخصوص موضوعات اور میدان ہوتے ہیں۔ان کی اپنی جداگانہ موضوعاتی دلچسپیاں ہوتی ہیں۔ایسے افراد جب دوسرے لوگوں سے ملتے ہیں کہ جو ویسی ہی دلچسپیوں کے حامل نہیں ہوتے، تو بہت مایوسی سے دوچار ہو جاتے ہیں لیکن جب وہ اپنی دلچسپی کے افراد سے ملتے ہیں تو یک لخت چہک اُٹھتے ہیں۔، ہمارا بعض ایسے لوگوں سے بھی واسطہ پڑتا ہے کہ جو گفتگو میں صرف 'ہاں' اور 'نہ' تک ہی رہتے ہیں، پوری طرح شریکِ گفتگو نہیں ہوتے۔شاید ایسے لوگ بولنے والے کو پرکھ رہے ہوتے ہیں۔اگر باہمی گفتگو کے دوران بھی ایسے لوگوں کا رویہ ہاں اور نہ ہی رہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ بولنے والے کو زیادہ اہمیت نہیں دے رہے اور اس سے نفرت کر رہے ہیں۔

گفتگو میں یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے کہ ایک ہی شخص ہمہ وقت محو گفتگو رہے۔اچھی گفتگو کی خوبی یہی ہے کہ اس میں دونوں فریق بولتے ہیں اور افہام وتفہیم بڑھاتے ہیں آپ کو چاہیے کہ آپ دوران گفتگو دوسروں کو بھی بجا طور پر بولنے کا موقع دیں اور دوسروں کی باتوں کی کھل کر حوصلہ افزائی کریں تاکہ وہ گفتگو میں برابر کے شریک ہوسکیں۔اگر آپ اپنے مخاطب کو باتوں میں حصہ لینے پر آمادہ نہیں کر سکتے تو پھر آپ بھی جلد ہی اپنی باتیں ختم کر دیجئے یہ کیفیت بھی ایک طرح کا نیا تجزیہ ہوگی۔ایسی صورت میں ممکن ہے آپ کا مخاطب خاموشی سے فائدہ اٹھا کر اپنی مرضی کا کوئی موضوع شروع کر دے، گفتگو کے لئے ایک احسن اصول یہ بھی ہے کہ اپنے بجائے دوسروں کی باتوں میں زیادہ دلچسپی لیجئے۔دوسروں سے سیکھنے کی کوشش کیجئے اور دوسروں کے خیالات اور نظریات وافکار سے استفادہ کیجئے۔لوگوں کو ہمہ تن دلچسپی اور توجہ سے سننے کی عادت پیدا کیجئے اور لوگوں کو باتوں کی جانب مبذول رکھئے کیونکہ بولنے اور باتیں کرنے سے بھی آدمی کا تزکیہ نفس ہوتا ہے۔اسی طرح باتوں کے دوران ''میں'' پر زور دینے کے بجائے'' آپ'' پر زیادہ توجہ دی جائے۔اس طرح آپ کے اندر مزید حوصلہ اور وسعت نظری پیدا ہوگی اور آپ دوسرے لوگوں کے اوصاف اور عادات سے بھی آشنا ہوں گے۔آپ ''میں'' کو ''ہم'' میں بدل کر بھی گفتگو میں مہذب رنگینی پیدا کر سکتے ہیں۔

اگر کوئی شخص گفتگو کو مؤثر اور دلکش بنانا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ مختصر الفاظ اور چھوٹے جملوں میں بات کرے بے جا دلائل میں الجھنے الجھانے سے پرہیز کرے۔اپنے جملوں کو مدعا کے قریب اور راست رکھے۔بات کو دور دراز تک پھیلانے سے بھی گریز کیا جائے۔**مختصر کلام کے فوائد:** مختصر بول چال پر بعض لوگ دوسروں کا مذاق اُڑاتے ہیں اور دوسروں پر کم گوئی کا الزام لگاتے ہیں۔مختصر کلام اجنبی لوگوں کے لئے زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے اور عام بول چال میں مختصر کلام میں آدمی دلچسپی برقرار رکھ سکتا ہے اور باتونی لوگوں کے مقابلے میں زیادہ مناسب انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کرسکتا ہے۔بول چال میں یہ بھی ضروری ہے کہ بولنے والا اپنے سننے والوں کے مزاج اور ان کی ذہنی استعداد سے واقف ہو اور ہمہ وقت گفتگو میں زبردستی کی سنجیدگی ہی طاری نہ کئے رکھے بلکہ موقع محل کے مطابق ہنسی مذاق اور خوشی اور مسکراہٹوں کو شامل گفتگو کرتا رہے۔

گفتگو میں دوسرے لوگوں کی دلچسپیوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔مثال کے طور پر جب دوسرے لوگ کسی اہم ملکی سیاسی مسئلے پر بول رہے ہوں یا اسی طرح کے کسی ہنگامی اور فوری مسئلے کا حل سوچ رہے ہوں تو ایسے موقعے پر آپ ان سے رات کو ٹیلی ویژن پر دیکھے جانے والے کسی پروگرام کے بارے میں باتیں کریں گے تو یہ ایک بے جا عمل ہوگا۔یہ کوئی معذرت نہیں ہے کہ آپ اپنے اہم ملکی مسائل اور دیگر عالمی امور کہ جن کا آپ کے ملک اور آپ کی قوم کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ان سے چشم پوشی کر کے لوگوں کو صرف اپنی گلکاریوں بھری زبان اور باتوں سے محظوظ کرنے پر تلے ہوئے ہوں۔ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبارات اور رسائل اور متعدد کتابیں آداب گفتگو پر بہت کچھ بتاتی ہیں، ان سے بھی ہم جابجا استفادہ کر سکتے ہیں اور عام زندگی میں ایسے ہی موضوعات پر ہم دوسروں سے بات چیت بھی کر سکتے ہیں۔اپنی بات چیت کو زیادہ موثر اور باوزن بنانے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی ہر طرح کی معلومات سے ہمیشہ آراستہ رہے۔اس لئے چاہیے کہ آدمی ایک آدھ اخبار روزانہ، کوئی رسالہ ہفتے میں ایک بار اور کوئی قابل ذکر کتاب بھی حسب توفیق پڑھتا رہے۔اگر ممکن ہو تو وہ تمام مشہور اور قابل ذکر کتابوں کا مطالعہ بھی کرتا ہے۔دوستی کا ایک نیا کتابی معیار یہ بھی ہے کہ دو افراد ایک ہی کتاب پڑھے ہوئے ہوں تو وہ کھل کر اس کتاب کے حوالے سے بھی بات چیت کر لیتے ہیں۔اگر دو اجنبیوں نے ایک ہی کتاب پڑھی ہو تو بھی وہ فوراً ہی ایک دوسرے کے دوست بن جاتے ہیں۔بات چیت میں یہ بھی خیال رہے کہ دوسرا شخص اپنے ذاتی نقطہ نظر سے ہمیشہ اپنے آپ ہی کو درست سمجھتا ہے، اس لئے ایسے لوگوں کی باتوں اور آراء کو جھٹلانے سے پرہیز کیا جائے۔دوسرے کے بارے میں دلائل دینے سے اجتناب بہتر ہے کیونکہ دلائل سے آپ کسی کو قائل نہیں کر سکیں گے بلکہ دوسرے شخص کو آپ اُکسانے کا باعث بنیں گے۔مذہبی اور سیاسی نظریات کے حامل لوگ یقیناً بڑے کٹر ہوتے ہیں، ان سے دلائل کے ساتھ بات کر کے یقیناً ان کی دوستی کو ضعف پہنچایا جاتا ہے۔ان دو نازک موضوعات کے علاوہ دنیا جہاں کے متعدد موضوعات ہیں جن پر آپ ایسے لوگوں کے ساتھ گفتگو کر سکتے ہیں اور انہیں اپنا ہم خیال بھی بنا سکتے ہیں اور اسی طرح اگر آپ کو یہ بھی معلوم ہو کہ آپ اپنے موقف میں درست اور صحیح ہیں تب بھی دوسرے شخص کا احترام کریں اور اس کے موقف کو صریحانہ ٹھکرائیں بلکہ ایسے موقعے پر اُسے شرمندگی سے بچائیں۔

عموماً گفتگو کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ لوگوں کو یہ بالکل معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کس موضوع پر آپس میں گفتگو کریں گے لیکن یہ ہر شخص کو معلوم ہوتا ہے کہ کس موضوع پر گفتگو نہیں کرنی چاہیے، بیسوں موضوعات ہیں، آپ ان پر اپنے دوستوں کی پسند کے مطابق بات چیت کر سکتے ہیں اور مشترک دلچسپی کے امور کو زیر بحث لا سکتے ہیں۔ہر موضوع پر واجبی سا علم ہی خاصا ہے اس کے لئے ماہرانہ موشگافیوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔

یاد رکھنے کی باتیں: (۱) ایک اچھا سامع بننے کی کوشش کیجئے۔گفتگو میں دوسرے کو پُرخلوص انداز میں سننا بھی ضروری ہے اور خود حصہ لینا بھی لازمی ہے۔(۲) آپ کو صرف اپنے ہی موضوعات میں محدود ومقید نہیں ہونا چاہیے بلکہ دوسرے لوگوں کی پسند اور دلچسپی کے موضوعات پر بھی گفتگو کرنی چاہیے۔(۳) گفتگو کے دوران اگر وقفے آجائیں تو ان سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ایسے خاموش وقفوں کے دوران میں آپ کا مخاطب اپنی پسند کا موضوع بھی چھیڑ سکتا ہے۔(۴) جب آپ ناآشنا اور اجنبی لوگوں سے ملیں تو ان سے مختصر کلام کیا جائے، بے جا باتوں کو طول نہ دیا جائے۔(۵) دوسرے لوگوں کا احترام کیا جائے، ان کے افکار ونظریات کو بغور سنا اور سمجھا جائے۔دوسروں کے دلائل پر پوری توجہ دی جاے۔(۶) اپنی پسند کے موضوعات کو زبردستی گفتگو کا موضوع نہ بنایا جائے۔دوسروں کی دلچسپی اور پسند کا بھی دھیان رکھا جائے۔(۷) گفتگو میں دوسروں پر اپنی رائے ٹھونسنے سے پرہیز کیا جائے۔(۸) دوسروں کو قائل کرنے کے لئے دلائل دے کر مرعوب نہ کیا جائے کیونکہ دلائل سے آپ کسی کو قائل نہیں کر سکتے۔دلائل کے مقابلے میں ردعمل کے طور پر دلائل ہی سننے پڑتے ہیں۔اس طرح یہ گفتگو ایک مناظرہ ہو کر رہ جاتی ہے کہ وہ دوسرے کو شکست دے کر اُسے خفت اور خست سے ہمکنار کرے۔

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر۴/۸/۱۴۴۵ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ میر جعفری، بھاگلپور)

زینت خاتون بنت شیخ سراج، مقام جھنڈا شیخ پورٹولہ، ڈاکخانہ جھنڈاپور، تھانہ بیہ پور، ضلع بھاگلپور ۸۵۳۲۰۱۔فریق اول

بنام

محمد سفراز ولد میکائیل، مقام جھنڈا شیخ پورٹولہ، ڈاکخانہ جھنڈاپور، تھانہ بیہ پور، ضلع بھاگلپور ۸۵۳۲۰۱۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول زینت خاتون بنت شیخ سراج نے آپ فریق دوم کے خلاف عرصہ دو سال سے غائب ولاپتہ ہونے، جملہ حقوق زوجیت اور نان ونفقہ ادا نہ کرنے کی بناء پر دارالقضاء امارت شرعیہ میر جعفری، ضلع بھاگلپور میں فسخ نکاح کا معاملہ دائر کیا ہے لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۲رجمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۷رنومبر ۲۰۲۳ء روز سوموار آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹ربجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں، واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر عدم حاضری وعدم پیروی کی صورت میں اس معاملہ کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔فقط قاضی شریعت

Scanned with CamScanner

ہفتۂ رفتہ

محمد اظہار

اساتذہ کو ملے گی سرکاری رہائش

حکومت بہار نے اساتذہ کی بحالی کو لے کر بڑا فیصلہ لیا ہے۔ بی پی ایس سی پاس کرنے والے تمام اساتذہ کو سرکاری رہائش فراہم کی جائے گی۔ حکومت بہار نے اس کی تیاری شروع کردی ہے۔ محکمہ تعلیم اس حوالے سے رئیل اسٹیٹ کمپنی کا اشتہار جاری کرے گا۔ حکومت اسکول کے قریب کثیر المنزلہ عمارتیں اور اپارٹمنٹ لیز پر لے کر اساتذہ کو رہائش فراہم کرے گی، تاکہ اساتذہ بغیر کسی پریشانی کے اپنے فرائض انجام دے سکیں۔ پانچ لاکھ سے زائد اساتذہ مستفید ہوں گے۔ دوسری ریاستوں کے اساتذہ کو بھی بحال کیا گیا ہے، انہیں بھی فوائد دیے جائیں گے۔ حال ہی میں محکمہ تعلیم میں ایک لاکھ سے زائد اسکول اساتذہ کی تقرری کی گئی ہے۔ ان اسکول کے اساتذہ کو جلد ہی مختلف اضلاع کے دور دراز بلاکوں اور گاؤں میں واقع اسکولوں میں اسامیوں پر تعینات کیا جائے گا، جہاں رہائش کی سہولیات فراہم کی جائیں گی۔ محکمہ تعلیم میں تقریباً چار لاکھ اساتذہ پہلے ہی کام کررہے ہیں، جو مختلف بلاکوں اور گاؤں کے دور دراز مقامات پر اسکولوں میں جاکر تدریسی کام کرتے ہیں۔

این سی ای آر ٹی کی کتابوں میں 'انڈیا' کی جگہ لکھا جائے گا 'بھارت'

ایک طرف 'انڈیا' اور 'بھارت' کو لے کر تنازعہ جاری ہے، اور دوسری طرف این سی ای آر ٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ اب اس کی سبھی کتابوں میں انڈیا کی جگہ بھارت لفظ کا استعمال کیا جائے گا۔ قومی تعلیمی تحقیقی وتربیتی کونسل (این سی ای آر ٹی) کے ذریعہ تشکیل ایک کمیٹی نے یہ فیصلہ لیا ہے کہ کتابوں میں جہاں جہاں ملک کا نام 'انڈیا' استعمال ہوا ہے، اسے 'بھارت' لکھا جائے گا۔ یعنی جلد ہی این سی ای آر ٹی کی کتابوں میں سے 'انڈیا' لفظ ہٹا دیا جائے گا۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق این سی ای آر ٹی چینل کے ذریعہ کتابوں کے اگلے سیٹ میں 'انڈیا' کی جگہ بھارت شائع کرنے کی تجویز کو چینل کے اراکین نے اتفاق رائے سے منظور کرلیا ہے۔ چینل کے اراکین میں سے ایک نے اس بات کی تصدیق بھی کردی ہے۔ میڈیا میں آرہی خبروں کے مطابق پینل کے اراکین میں سے ایک سی ای کا کہنا ہے کہ چینل کے سبھی اراکین نے انڈیا کو بدل کر بھارت کرنے کی تجویز کو منظوری دے دی ہے۔ یہ تجویز کچھ ماہ قبل پیش کی گئی تھی اور اب جبکہ اسے منظوری مل چکی ہے تو این سی ای آر ٹی کی نئی کتابوں میں 'انڈیا' کی جگہ 'بھارت' پرنٹ کیا جائے گا۔ (روزنامہ تاثیر پٹنہ)

راجستھان: نوجوان کو ٹریکٹر سے آٹھ مرتبہ کچل کر مارا

راجستھان کے بھرت پور سے ایک سنسنی خیز واقعہ سامنے آیا ہے۔ یہاں زمینی تنازعہ میں ایک شخص کو ٹریکٹر سے کچل کر بے دردی سے قتل کردیا گیا۔ ملزمان نے تقریباً ۸ بار مقتول کے اوپر ریکٹر چڑھایا۔ یہی نہیں مقتول کی موت کے بعد بھی ملزمان اس کی لاش پر ٹریکٹر لے کر بے دردی سے چلاتا رہا۔ واقعے کی ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہورہی ہے۔ ویڈیو میں دیکھا جاسکتا ہے کہ یہ شخص بار بار مقتول شخص کے اوپر ٹریکٹر چلا رہا ہے۔ اس پاس لوگ موجود ہیں لیکن وہ مدد کے لیے آگے نہیں آرہے ہیں اور واقعے کی ویڈیو بنا رہے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق یہ قتل زمین کے تنازع پر کیا گیا۔ ملزم نے مقتول کو بے دردی سے کچل کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ رپورٹ کے مطابق ملزمان نے ایک یا دو بار نہیں بلکہ 8 بار ٹریکٹر اس پر چڑھایا۔ مقتول کے اہل خانہ بھی وہاں موجود تھے۔ وہ چیختے رہے لیکن ملزمان نے ان کی ایک نہ سنی۔ آس پاس اور بھی لوگ موجود تھے لیکن کسی نے مقتول کی مدد نہیں کی۔ (روزنامہ ہمارا سماج پٹنہ)

سرکاری مدرسوں میں خالی پڑے عہدوں پر اساتذہ کی ہوگی بحالی: چیئرمین مدرسہ بورڈ

بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے چیئرمین جناب سلیم پرویز نے چندن پٹی میں واقع مانو ٹیچرس ٹریننگ کالج کیمپس میں منعقدہ تعلیم نو بالغان پروگرام میں مدرسہ بورڈ کے پرنسپل و اساتذہ سے اپنے خطاب میں کہا کہ بہار میں سرکاری مدرسوں میں خالی عہدوں پر اساتذہ کی جلد بحالی کے لئے کام چل رہا ہے۔ مدرسہ بورڈ کے ممبران کی اہم تجویز کی روشنی میں ہمدردی کی بنیاد پر بحالی کے عمل کو مثبت شکل دینے کی کامیاب کوششیں کی جارہی ہیں۔ اساتذہ کے تمام جائز مطالبات کو لے کر وزیر اعلیٰ نتیش کمار اور محکمہ تعلیم مدرسہ بورڈ کے لئے بہتر کام کررہے ہیں جس کے نتائج جلد ہی آپ سب کے سامنے ہوں گے۔ بچوں میں تعلیمی بیداری لانے کے لئے اساتذہ اپنے فرائض کو بخوبی انجام دیں۔ (روزنامہ ہمارا سماج پٹنہ)

'ہم کسی اتحاد کو ریگولیٹ نہیں کر سکتے' 'انڈیا کے حوالہ سے الیکشن کمیشن کی وضاحت

بی جے پی کے خلاف متحد ہوئی 26 پارٹیوں پر مشتمل اپوزیشن اتحاد 'انڈیا' سے جڑی ایک بڑی خبر سامنے آرہی ہے۔ اپوزیشن اتحاد کا نام 'انڈیا' رکھے جانے پر اعتراض ظاہر کرتے ہوئے عدالت میں جو عرضی داخل کی گئی تھی، اس پر انتخابی کمیشن نے اپنا نظریہ پیش کیا ہے۔ دراصل 'انڈیا' نام کو لے کر دہلی ہائی کورٹ میں 30 ستمبر کو سماعت ہوئی اور اس دوران انتخابی کمیشن نے انتہائی اہم بیان دیا ہے۔ انتخابی کمیشن کا کہنا ہے کہ ہم عوامی نمائندہ ایکٹ 1951 کے تحت کسی بھی اتحاد کو ریگولیٹ نہیں کر سکتے۔ قابل ذکر ہے کہ بزنس مین گریش بھاردواج نے دہلی ہائی کورٹ میں مفاد عامہ کی عرضی داخل کر کے اپوزیشن پارٹیوں کے اتحاد کا نام 'انڈیا' رکھے جانے کو لے کر چیلنج کیا تھا۔ اس تعلق سے انتخابی کمیشن نے عدالت میں اپنی بات رکھتے ہوئے کہا کہ انڈین نیشنل ڈیولپمنٹل انکلوسیو الائنس (انڈیا) کے نام پر ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ عوامی نمائندہ ایکٹ 1951 کے سیکشن 29 اے کے مطابق اتحاد ریگولیٹ ادارے نہیں ہوتے ہیں۔ گریش بھاردواج کے ذریعہ داخل عرضی میں کہا گیا ہے کہ انتخابی کمیشن نے 'انڈیا' نام کا استعمال کیے جانے پر کوئی کارروائی نہیں کی، اس وجہ سے عدالت کا رخ کرنا پڑا۔ عرضی میں یہ بھی ذکر ہے کہ اپوزیشن پارٹیاں 'انڈیا' نام کا استعمال صرف ووٹ پانے کے لیے کررہے ہیں۔ (ایجنسی)

طب وصحت

دماغ کو تیز بنائیں

جسم چاہے جتنا بھی مضبوط ہو اگر دماغی طور پر کمزور ہو تو دنیا میں آگے بڑھنے یا روشن مستقبل کا تصور تک ممکن نہیں مگر ذہنی صلاحیت کو عروج پر پہنچانے کے لئے کوئی جادوئی گولی تو دستیاب نہیں تاہم کچھ غذائیں دماغی افعال کو بہتر بنا کر عمر بڑھنے کے ساتھ ذہنی تنزلی سے تحفظ فراہم کرتی ہیں جبکہ کسی ٹاسک کے دوران توجہ مرکوز کرنے میں بھی مددگار ثابت ہوتی ہیں۔

اخروٹ: اخروٹ دل کو صحت مند رکھنے اور جسمانی ورم سے تحفظ دینے جیسے نیوٹریشنز سے بھرپور خشک میوہ ہے اور یہ واحد پھلی ہے جو الفالائنولینک ایسڈ سے بھرپور ہوتی ہے۔ یہ جز دوران خون کو بڑھانے میں مدد فراہم کرتا ہے جس سے دماغ تک آکسیجن کی فراہمی موثر انداز سے ہوتی ہے۔ 2022ء میں الزائمر پر ہونے والی ایک انٹرنیشنل کانفرنس میں پیش کی جانی والی ایک تحقیق کے مطابق اخروٹ کا استعمال بنا لینے سے یادداشت بہتر ہوتی ہے، جبکہ کچھ سیکھنے کی صلاحیت پر بھی مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اخروٹ ایک صحت بخش میوہ ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں، نرم چھلکے والا، یعنی کاغذی اخروٹ اور سخت چھلکے والا اخروٹ۔ اخروٹ میں تقریباً 70 فیصد تیل ہوتا ہے، جو صحت کے لیے مفید ہے، ایک تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ ہفتے میں چار یا پانچ اخروٹ کھانے والے افراد ذیابیطس قسم دوم سے محفوظ رہتے ہیں۔ دوران حمل اخروٹ کھانے سے حاملہ کا بلڈ پریشر معمول پر رہتا ہے، اس کے علاوہ پیدا ہونے والے بچے کی آنکھوں اور دماغ کے لیے مفید ہے، کیوں کہ اس میں حیاتین (وٹامنز) اور اومیگا۔ 3 فیٹی ایسڈ ہوتے ہیں۔ اخروٹ کھانے سے کولیسٹرول نہیں بڑھتا۔ یہ پیٹ کی چربی کم کرنے میں بھی مددگار ہے، سردیوں میں اخروٹ کو خشک میوے کے طور پر زیادہ کھایا جاتا ہے۔ برفانی علاقے کے افراد موسم کی شدت کا مقابلہ کرنے کے لیے اخروٹ بکثرت کھاتے ہیں، میدانی علاقوں میں رہنے والے بھی اسے کھاتے ہیں۔ اخروٹ اپنے غذائی حراروں (کیلوریز) کے سبب موسم سرما میں جسم میں طاقت اور حرارت پیدا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سردیوں میں غذا اور دوا کے طور پر زیادہ استعمال کیا جاتا ہے، اخروٹ کھانے کی عادت آپ کو دل کے دورے سے بچاسکتی ہے۔ معالجین نے دعوا کیا ہے کہ روزانہ دو اخروٹ کھانا امراض قلب سے بچانے میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔

غذائی ماہرین کے مطابق اخروٹ میں ایسی لحمیات (پروٹینز) حیاتین اور چکنائی ہوتی ہے، جس سے دل کے دورے کا خطرہ کم ہوجاتا ہے، ایک امریکی ادارے میں کی گئی تحقیق کے مطابق اگر روزانہ اخروٹ کھایا جائے تو دل کی بیماریاں دور ہوجاتی ہیں۔ اگر کسی فرد کے دل کے عضلات کمزور ہونے لگیں تو اسے باقاعدگی سے روزانہ دو اخروٹ کھانے چاہییں، اخروٹ میں حیاتین ب (وٹامن بی) اور حیاتین ج (وٹامن سی) کے علاوہ فولاد، تانبا، فاسفورس، کوبالٹ، میگنیزیئم، پوٹاشیئم اور سوڈیئم جیسے مفید صحت اجزا پائے جاتے ہیں، جو بدن کی تعمیر ومرمت میں بہت اہمیت کے حامل ہیں، اخروٹ قدرت کی وہ نعمت ہے، جسے عام طور پر ایک مزے دار میوے کے طور پر کھایا جاتا ہے، لیکن ایک حالیہ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ سرطان سے بچاؤ کا بہترین ذریعہ ہے۔ ہارورڈ میڈیکل اسکول کے سائنس دانوں نے تجربات سے ثابت کیا ہے کہ روزانہ مٹھی بھر اخروٹ کھانے سے جسم کو اومیگا۔ 3 فیٹی ایسڈ، معدنیات اور حیاتین مل جاتی ہیں، جو سرطان سے تحفظ فراہم کرتی ہیں، اخروٹ میں پائے جانے والے مفید صحت اجزا سرطان زدہ خلیوں کی طرف خون کی فراہمی کو کم کردیتے ہیں، جس کی وجہ سے سرطان باقی جسم میں نہیں پھیلتا۔ چوہوں پر کیے گئے تجربات سے یہ ثابت ہوچکا ہے کہ اخروٹ کھانے سے اومیگا۔ 3 فیٹی ایسڈ کی مقدار میں تقریباً دس گنا اضافہ ہوجاتا ہے، جو سرطان کی رسولیوں کو روکنے میں انتہائی کارآمد ثابت ہوتا ہے، تشنج اور لقوہ کے مریضوں کے لیے اخروٹ بہت مفید ہے، اخروٹ کا چھلکا پیس کر ناف پر مالش کرنے سے پیچش کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سر پر مالش کرانے سے دماغ میں طاقت، فرحت اور تازگی پیدا ہوجاتی ہے۔ اخروٹ کا چھلکا جلا کر کھایا جائے تو بواسیر ختم ہوجاتی ہے، اخروٹ کا تازہ چھلکا دانتوں پر ملنے سے مسوڑے اور دانت مضبوط ہوجاتے ہیں۔ اس کا چھلکا بہترین مسواک ہے۔ اس سے منھ کا گندہ لعاب خارج ہوجاتا ہے۔ دانت صاف اور مسوڑے مضبوط ہوجاتے ہیں۔ مضبوطی کے باعث اخروٹ کے درخت کی لکڑی فرنیچر بنانے میں بھی استعمال کی جاتی ہے۔

زیتون کا تیل: زیتون کا تیل بہترین اجزاء کا مرکب ہے جو کہ دماغی عمر کے بڑھنے کے عمل کو سست کردیتے ہیں۔ امریکا کے برگھم اینڈ ویمنز ہاسپٹل کی ایک تحقیق کے مطابق زیتون کے تیل میں ایسی چکنائی ہوتی ہے جو دماغی بڑھاپے کا عمل سست کردیتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ مکھن کی بجائے زیتون کے تیل کا استعمال طویل المدتی بنیادوں پر دماغی صحت کا تحفظ بھی فراہم کرتا ہے جبکہ اس کے جسمانی صحت پر مرتب ہونے والے دیگر فوائد الگ ہیں۔

بیریز: اسٹر بری یا بلیو بیریز کوئی بھی بیری ہو ان کا استعمال یادداشت اور توجہ جیسی صلاحیتوں میں تنزلی کے عمل کو سست کردیتا ہے۔ اینلز آف نیورولوجی نامی جریدے میں شائع ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق بلیو بیریز، اسٹرابریز اور دیگر کا استعمال درمیانی عمر کی خواتین میں دماغی تنزلی کے عمل کو سست کردیتا ہے جس سے بڑھاپے میں بھی یادداشت متاثر نہیں ہوتی جبکہ کسی کام کے دوران بھرپور توجہ مرکوز کرنے کی صلاحیت بھی برقرار رہتی ہے۔

کافی: کافی میں پایا جانے والا جز کیفین دماغی حسوں کو بہتر بناتا ہے۔ کیفین کی دماغ کو تیز کرنے والے اثرات کے ساتھ ساتھ اس میں موجود انٹی آکسائیڈنٹس دماغی صحت کو مستحکم رکھنے میں مدد فراہم کرتے ہیں جبکہ کچی تحقیق رپورٹس کے مطابق دنیا کا مقبول ترین یہ گرم مشروب مایوسی یا ڈپریشن کے خاتمے کے لیے بھی مفید ثابت ہوتا ہے۔

پالک: پالک میں لوٹین نامی اینٹی آکسائیڈنٹ بڑی مقدار میں پایا جاتا ہے جو دماغی تنزلی سے تحفظ دینے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ ہاورڈ میڈیکل اسکول کی ایک تحقیق کے مطابق جو خواتین پالک اور اس جیسی سبز پتوں والی سبزیوں کا زیادہ استعمال کرتی ہیں ان میں دماغی تنزلی کی شرح بہت کم ہوتی ہے خاص طور پر ان افراد کے مقابلے میں جو اس مزیدار سبزی سے دور بھاگنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔

Volume:63/73,Issue:42 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

خاطر سے یا لحاظ سے میں مان تو گیا
جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا
(داغ دہلوی)

بڑھتی ہوئی بے روزگاری کا حل آخر کب ہوگا؟

مشتاق احمد ملک

کسی نے سچ کہا ہے ”مصیبت کبھی تنہا نہیں آتی“ بے روزگاری بھی ایک لعنت ہے جو اپنے ساتھ دوسری بہت سی نئی مصیبتیں لے کر آتی ہے۔ بے روزگاری، مفلسی، بھوک اور بیماری کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ان کا اثر ایک طرف تو بے روزگار شخص اور کنبے کے تمام افراد کی جہالت، بدحالی اور پریشانی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، دوسری طرف بے روزگاری اور غریبی کی وجہ سے طرح طرح کی اخلاقی اور سماجی برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کی طرح بیروزگاری کا مسئلہ بھی ہمارے ملک کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ ہندوستان میں تو یہ مسئلہ سنگین صورتحال اختیار کرتا جارہا ہے۔ آج کروڑوں کی تعداد میں ملک کا تعلیم یافتہ نوجوان ملازمت کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ یہ مسئلہ اچانک نہیں نمودار ہوا، پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے۔ آزادی سے پہلے جب تعلیم عام نہیں تھی تو پڑھے لکھے لوگوں کی کم تعداد کے ساتھ بیروزگاری کا مسئلہ بھی کم تھا۔لیکن تعلیم کا رجحان جیسے جیسے بڑھتا گیا ویسے ویسے یہ مسئلہ بھی بڑھتا گیا۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حکومت کی زبردست کوششوں کے باوجود اس مسئلہ پر آخر قابو نہیں پایا جاسکا ایسا کیوں؟ آج کے دور میں پڑھے لکھے نوجوان تو بہت ہیں، لیکن ان کے پاس کسی قسم کا اچھا روزگار نہیں ہے جس کی وجہ سے نوجوان نسل نشے کے اندر مبتلا ہو رہی ہے اور کچھ خودکشی کر کے اپنی جان کو موت کی نیند سلا رہے ہیں۔ بیروزگاری کی وجہ سے کچھ تعلیم یافتہ نوجوان مختلف قسم کے نشوں کے اندر مبتلا ہو رہے ہیں۔ جیسے کے چرس، شراب وغیرہ کے مختلف نشوں کے اندر اپنی زندگی کو برباد کر رہے ہیں۔

یہی حال تعلیم کا بھی ہے۔ آزادی سے پہلے ملک میں صرف پانچ یونیورسٹیاں تھیں۔لیکن آج ان کی تعداد میں بہت حد تک اضافہ ہو چکا ہے۔کالجوں اور اسکولوں کی تعداد میں جو اضافہ ہوا ہے۔وہ اور بھی کہیں زیادہ ہے۔نتیجہ یہ کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں سے ہر سال جتنے طلباء پڑھ کر نکلتے ہیں ان میں سے بہت کم نوکریاں حاصل کرتے ہیں۔ بیشتر نوجوان نوکری کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ بے روزگار نوجوانوں کی تعداد میں ہر سال کمی کی بجائے اضافہ ہوتا جارہا ہے۔اس لئے یہ مسئلہ روز بروز مشکل ہوتا جارہا ہے۔اس صورتحال کی ایک بڑی ذمہ داری موجودہ تعلیمی پالیسی بھی ہے۔ ہماری بیشتر تعلیم محض نصابی ہو کر رہ گئی ہے جو کہ عملی زندگی اور مختلف پیشوں میں کوئی فائدہ یا مدد نہیں دیتی ہے۔اسی حوالے سے آج میں آپ کو جموں کے سرحدی ضلع پونچھ کی تحصیل منڈی کے گاؤں سٹیلاں اور ڈوگہیاں کے حالات سے روبرو کراتا ہوں۔ یہ ایسا علاقہ ہے جہاں بہت کم پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ جو پڑھے لکھے کچھ نوجوان ہیں وہ بھی آج کے جدید دور میں بے روزگار ہیں۔اس سلسلے میں ایک مقامی شخص شہزاد احمد جن کی عمر تیس سال ہے، یہ ایک غریب لڑکا ہے۔اس نے بتایا کے میرے والد صاحب کی وفات ہو چکی ہے۔ اس وقت میں محض چار سال کا تھا۔ اس کے بعد میری پرورش میرے بڑے بھائیوں نے کی۔ انہوں بارویں جماعت تک مجھے پڑھایا۔ میرا اسکول بھی بہت دور تھا۔ میں اپنے بھائیوں سے اسکول جانے کے لیے کرایا مانگنے سے ڈرتا تھا۔ جب اسکول میں ہفتے کی چھوٹی ہوتی تھی تو میں اپنے کرائے کے خرچے کے لیے دہاڑی مزدوری کرتا تھا۔شہزاد کہتے ہیں کہ میں پڑھائی کے معاملے میں بہت ذہین تھا۔لیکن قسمت نے ساتھ نہ دیا اس کا خواب تھا کہ میں بہت بڑا ملازم بنوں اور اپنے علاقہ کی تروی کے لیے کام کروں اور اپنے پورے خاندان کا نام بھی روشن کروں۔ لیکن گھر پر آمدنی نہ ہونے کی وجہ سے اس کو پڑھائی ادھوری چھوڑنی پڑی کیونکہ اس کے بھائیوں نے شادی کر لی تھی اور وہ الگ رہنے لگے۔ جس کی وجہ سے گھر کا سارا انظام شہزاد کے کندھوں پر آ گیا۔ اسی وجہ سے اس کو اسکول چھوڑنا پڑا۔ آج کل وہ ملک کی مختلف ریاستوں کے اندر جا کر کام کرتا ہے پتھر وغیرہ ڈھونے اور توڑنے پڑتے ہیں سردیوں میں شملہ جا کر مزدوری کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اُس کے پاس کوئی بھی دوسرا اچھا روزگار نہیں ہے۔ اسی مزدوری پر وہ اپنا گھر چلا رہا ہے۔

وہیں ایک اور مقامی نوجوان یاسر حمید، جس کی عمر پچیس سال ہے، جو ایک بہت غریب باپ کا بیٹا ہے۔ اس نے گیارہویں جماعت میں اسکول جانا چھوڑ دیا تھا۔ اس وجہ سے کے اُس کے گھر میں اس کے علاوہ کوئی بھی کمانے والا نہیں ہے کیونکہ اس کے والد صاحب بزرگ ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ میں پڑھنے کا بہت شوق رکھتا ہوں۔ لیکن قسمت نے میرا ساتھ نہیں دیا۔ پڑھ لکھ کر ایک بہترین ملازم بننا چاہتا تھا اور اپنے علاقے کی خدمت کرنا چاہتا تھا۔ ساتھ میں اپنے خاندان کا نام بھی روشن کرنا چاہتا تھا۔ لیکن میرے علاوہ میرے گھر میں کوئی بھی کمانے والا نہیں ہے۔ اسی وجہ سے مجھے مجبوراً مزدوری کرنی پڑ رہی ہے۔ جس سے میں اپنے گھر کو چلا رہا ہوں۔ لیکن کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کسی کو محنت کر کے روزگار حاصل کرنے میں کتنی مشکلیں آتی ہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ میرا سرکار سے یہی کہنا ہے کہ مجھے کوئی اچھا روزگار دیا جائے تا کہ میں اپنے گھر کے اخراجات پورے کر سکوں۔ اگر حکومت مجھے اور خاص کر کے ہمارے پونچھ جموں و کشمیر کے نوجوانوں کو کوئی اچھا روزگار دے تو ہمیں باہر کی ریاستوں اور ملکوں میں مزدوری کرنے کے لئے نہ جانا پڑے۔ یہاں پر ٹورزم ملازم لگوائے جائیں اور پرائیویٹ کمپنیز کھولی جائیں۔ ساتھ ہی خالی پڑی گورنمنٹ نوکریاں دی جائیں تا کہ آنے والی نسل کو کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم غریب لوگوں پر نظر ثانی کی جائے تا کہ ہم بھی اپنے علاقے کے اندر رہ کر اچھا روزگار کر سکیں۔

اسی تناظر میں مقامی پنچ سلیمان اختر کا کہنا ہے کہ ہمارے علاقے میں کسی بھی قسم کا روزگار نہیں ہے۔ یہاں کے بہت سارے تعلیم یافتہ نوجوان مزدوری کے لیے ملک کی مختلف ریاستوں کے اندر جا کر کام کرتے ہیں اور اپنے گھروں کو چلاتے ہیں۔ بیروزگاری کی وجہ سے ان سب کو تعلیم سے محروم ہونا پڑ رہا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ سرکار کو چاہیے کے وہ ان تمام تعلیم یافتہ نوجوان کیلئے بہترین اقدامات اٹھائے جس سے وہ اپنے گھر کا نظام اچھے سے چلا سکیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بیروزگاری کی وجہ سے نوجوان مختلف قسم کے نشوں کے اندر مبتلا ہو رہے ہیں اور کچھ خودکشی کر کے اپنی زندگیوں کو موت کی گھاٹ اتار رہے ہیں۔ ایسے میں حکومت کو ان تمام تعلیم یافتہ بیروزگار نوجوانوں کیلئے اچھے اور بہترین اقدامات کرنے چاہیے۔ حالانکہ حکومت کی جانب سے نوجوانوں کو روزگار کے بہت سے موقع فراہم کئے جاتے ہیں۔ وہیں دوسری جانب مدرا لون دے کر انہیں روزگار سے جوڑنے کا کام بھی کیا جاتا ہے۔ لیکن بیداری اور محکمہ کی لاپرواہی کی وجہ سے نوجوان اس کا فائدہ اٹھا نہیں پا رہے ہیں۔ یہ جہاں بیداری کی کمی کو ظاہر کرتا ہے وہیں دوسری جانب محکمہ کی کمی کو بھی بتاتا ہے۔

> **”آزادی سے پہلے ملک میں صرف پانچ یونیورسٹیاں تھیں۔ لیکن آج ان کی تعداد میں بہت حد تک اضافہ ہو چکا ہے۔ کالجوں اور اسکولوں کی تعداد میں جو اضافہ ہوا ہے۔ وہ اور بھی کہیں زیادہ ہے۔ نتیجہ یہ کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں سے ہر سال جتنے طلباء پڑھ کر نکلتے ہیں ان میں سے بہت کم نوکریاں حاصل کرتے ہیں۔ بیشتر نوجوان نوکری کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ بے روزگار نوجوانوں کی تعداد میں ہر سال کمی کی بجائے اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اس لئے یہ مسئلہ روز بروز مشکل ہوتا جارہا ہے۔ اس صورتحال کی ایک بڑی ذمہ داری موجودہ تعلیمی پالیسی بھی ہے۔ ہماری بیشتر تعلیم محض نصابی ہو کر رہ گئی ہے جو کہ عملی زندگی اور مختلف پیشوں میں کوئی فائدہ یا مدد نہیں دیتی ہے۔“**

اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں -رابطہ اور واٹس آپ نمبر 9576507798
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ (محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)
WEEK ENDING-06/11/2023, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,
نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے
Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421

Scanned with CamScanner